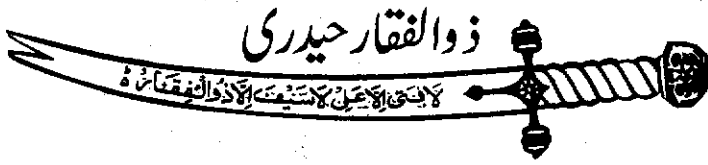


بیاض انجمن ذوالفقار حیدری



مجموعہ نوحہ جات انجمن ذوالفقار حیدری

شاعر اہل بیت سید علی محمد رضوی (سچے)
اور دیگر معروف شعرا کے کلام کا مجموعہ

— ترتیب و تدوین —
اے ایچ رضوی

محفوظ ایک انجمنی * مارتھن روڈ
کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk



جملہ حقوق بہ حق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ----- مجموعہ نوحہ جات انجمن ذوالفقار حیدری

ترتیب و تدوین: ----- اے ایچ رضوی

سن اشاعت: ----- مارچ ۲۰۰۱ء

تعداد: ----- ۱۰۰۰

ناشر: ----- محفوظ بک اینجینی، کراچی

بہ تعاون: ----- انجمن ذوالفقار حیدری

کمپوزنگ: ----- احمد گرافکس، کراچی

ہدیہ - ۹۰/۱



محفوظ بک اینجینی • مارٹن روڈ
کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

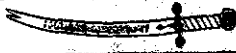


انتظامیہ انجمن ذوالفقار حیدری برائے سال ۲۰۰۱ء

- | | |
|-----------------|------------------------|
| صدر | ۱۔ سید ارشد علی عابدی |
| نائب صدر | ۲۔ سید سرور حسین رضوی |
| جنرل سیکریٹری | ۳۔ صادق عباس قزلباش |
| خازن | ۴۔ سید اقبال حسین رضوی |
| جوائنٹ سیکریٹری | ۵۔ سید محمد رضا رضوی |
| نشر و اشاعت | ۶۔ ریاض مرزا |
| سالار دستہ | ۷۔ قمر حیدر |
| نائب سالار دستہ | ۸۔ سید علی عباس رضوی |

مجلس عاملہ

- | | |
|----------------------|---------------------|
| سید حسن عباس رضوی | سید اقبال حسین رضوی |
| سید ضمیر امام عابدی | قمر عالم تاب |
| سید قمر حسین | سید اظہر حسین جعفری |
| سید حیدر مہدی رضوی | سید سرور حسین رضوی |
| سید نسیم الحسن عابدی | قاسم عباس قزلباش |



مرحوم سید علی عباس رضوی (بقیہ)



بیاض انجمن ذوالفقار حیدری

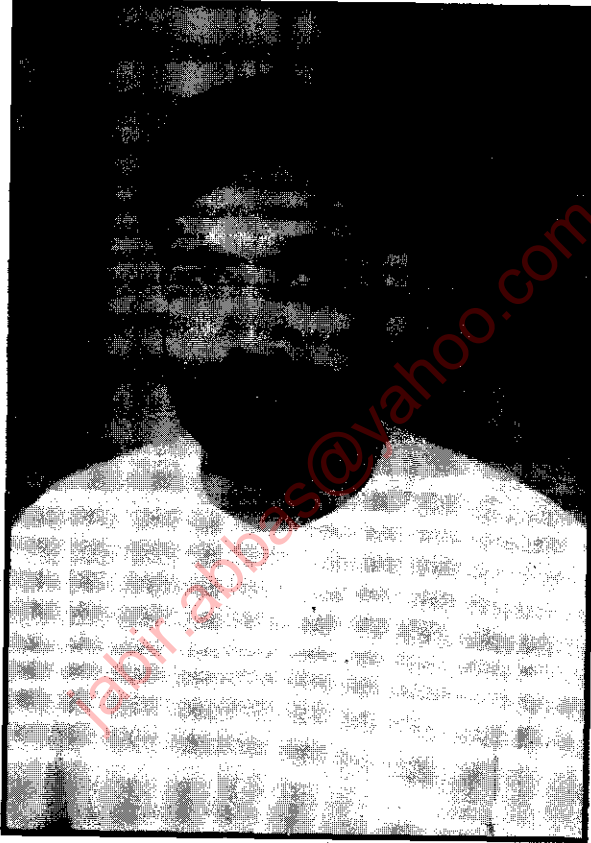


سید آل حیدر رضوی
(صاحب بیاض)



سید حسین عباس رضوی (بادشاہ)
معاون صاحب پیاض

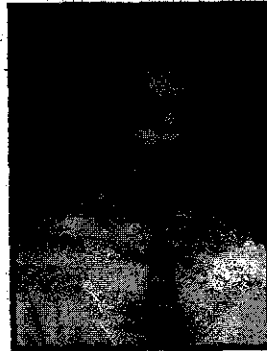
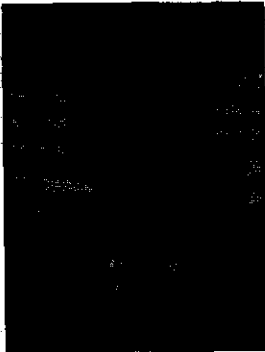
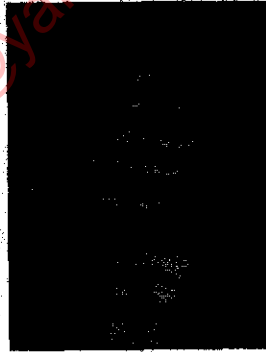
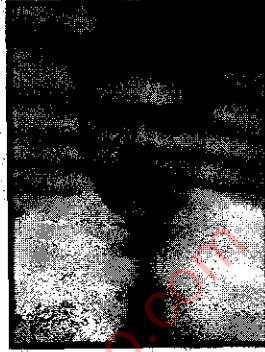
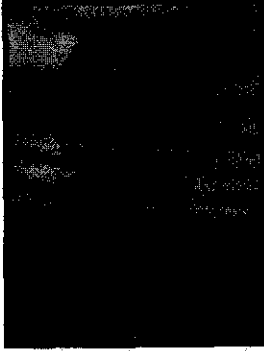
بیاض و نمین ذوالفقار حیدری



صادق عباس قزلباش
جنرل سکریٹری



معاون صاحب بیاض



فہرست نوحہ جات

نمبر شمار	مصرعہ	شاعر	صفحہ نمبر
	یکمائے زمانہ عہد ساز، سید علی محمد رضوی (سچے)	صادق عباس قزلباش	۱۵
	شاہ کے نوحہ خواں	ڈاکٹر قمر نقوی	۱۹
	الوداع! اے نوحہ خواں	مصور غم محشر لکھنوی	۲۰
	قطعہ تاریخ وفات	ڈاکٹر قمر نقوی	۲۰
۱	کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں	سید علی محمد رضوی (سچے)	۲۱
۲	لبیک! یا حسین، لبیک! یا امام	سید علی محمد رضوی (سچے)	۲۳
۳	عباس! عباس! چلے آؤ عباس	سید علی محمد رضوی (سچے)	۲۶
۴	کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو	سید علی محمد رضوی (سچے)	۲۷
۵	وعدے کیے حسین نے جتنے تھے سب نبھادیے	سید علی محمد رضوی (سچے)	۲۸
۶	روٹی زنجیر سجاد کے قدموں سے لپٹ کر روٹی زنجیر	سید علی محمد رضوی (سچے)	۲۹
۷	پرچم حضرت عباس سجائے رکھنا	سید علی محمد رضوی (سچے)	۳۰
۸	غم شہید امانت ہے میرے سینے میں	سید علی محمد رضوی (سچے)	۳۲
۹	ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے	محبت فاضلی	۳۳
۱۰	اے اہل ماتم اہل غم، دوں نچا رہے اپنا علم	سید علی محمد رضوی (سچے)	۳۵
۱۱	ہاں عزا دار جیسی یہ چلن زندہ رہے	سید علی محمد رضوی (سچے)	۳۷
۱۲	ماں ڈھونڈ رہی ہے کب سے اصغر آ جاؤ	سید علی محمد رضوی (سچے)	۳۹
۱۳	کر بلا، کر بلا، کر بلا آ گئی	سید علی محمد رضوی (سچے)	۴۱

۱۴	عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۳
۱۵	اُس دل میں کرتلاش نہ ہو گز و فاکے پھول	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۵
۱۶	زان پر جو چڑھے ہفت طیار کے پیارے	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۶
۱۷	دفن تو کردی مہر دیں نے علی اصغر کی لاش	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۸
۱۸	عجیب ہے داستانِ غم عجیب ہے	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۹
۱۹	تیور وہی، شباب وہی، بانیکن تمام	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۱
۲۰	کر بلا میں وہ تیری جنگ الاماں اصغر	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۲
۲۱	کت کر گرے تھے کل جو کنارے فرات کے	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۳
۲۲	دیکھنا ہو جو تجھے حق کے ولی کا چہرہ	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۴
۲۳	جن کی راہوں سے پیہر نے ہٹائے کانٹے	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۵
۲۴	الفی شہر کی جس دل میں پھیلی چاندنی	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۶
۲۵	افضل ہے فرشتوں سے جو وہ نوع بشر ہوں	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۸
۲۶	دل میں علی علی ہو، زباں پر علی علی	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۹
۲۷	مرحبا سید ابراہیم حسین علی	سید علی محمد رضوی (بچے)	۶۲
۲۸	گھر گھر میں، صف ماتم شہر بچا دے	سید علی محمد رضوی (بچے)	۶۳
۲۹	سدا رہے گا حسین کا غم	سید علی محمد رضوی (بچے)	۶۷
۳۰	ہے تصور میں مرے آمنہ کا لخت جگر	سید علی محمد رضوی (بچے)	۶۹
۳۱	جز خدا کوئی نہیں ہے اپنے سر پر دوسرا	سید علی محمد رضوی (بچے)	۷۳
۳۲	پیشانی پہ کھو بڑھاؤ پھر قدم	سید علی محمد رضوی (بچے)	۷۴
۳۳	یونہی جب ذکر کہیں شکا چھڑا آپ سے آپ	سید علی محمد رضوی (بچے)	۷۶
۳۴	مولانا حسین ہے، آقا مراد حسین	سید علی محمد رضوی (بچے)	۷۷
۳۵	علی علی ہے زباں پر، کبھی حسین حسین	سید علی محمد رضوی (بچے)	۷۹
۳۶	یہ سیدہ ہے باغِ نبوت کا پھول ہے	سید علی محمد رضوی (بچے)	۸۱
۳۷	جب کبھی فرشِ عزاء شہد کی بچھا دیتے ہیں	سید علی محمد رضوی (بچے)	۸۲
۳۸	المدد المدد، یا علی یا علی	سید علی محمد رضوی (بچے)	۸۳

۸۶	سید علی محمد رضوی (بچے)	۳۹	خون برسا، نہ برسا تھانہ بادل بر سے
۸۷	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۰	آ جاؤ اب آ جاؤ، اب آ جاؤ سکینہ
۸۸	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۱	رشتک جنت ہے یہ ہر زمین وفا
۹۱	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۲	جب سمجھتے ہو نبی کو بھی تم اپنا جیسا
۹۱	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۳	یا علی کہہ کے، گزر جائیں گے
۹۳	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۴	واہ اے حسینؑ، راز زندگی کو پالیا
۹۵	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۵	یہ رو کے کہتی تھی خواہر، حسینؑ آ جاؤ
۹۷	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۶	کام لیتے گر حسینؑ ابن علیؑ، تلوار سے
۹۸	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۷	زندگی ماتم سرود کے سوا، کچھ بھی نہیں
۹۹	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۸	رو کے کہتی تھی ماں، تجھ کو ڈھینڈوں کہاں
۱۰۰	سید علی محمد رضوی (بچے)	۴۹	علی علیؑ ہے علی علیؑ ہے
۱۰۲	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۰	ابھی خنجر نہ چلا۔ ابھی خنجر نہ چلا
۱۰۴	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۱	کر بلا میں نقشہ لب ہے آج وہ تقدیر سے
۱۰۵	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۲	حق پہ جیو، حق پہ مرو
۱۰۸	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۳	مل لی ہے کر بلا لی جبین پر اٹھا کے خاک
۱۱۰	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۴	حسینی ہوں مجھے اندیشہ روز جزا کیوں ہو
۱۱۲	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۵	کفر و الحاد کی وادی میں، وہ چمکا سورج
۱۱۳	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۶	حق علیؑ خیر العمل
۱۱۶	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۷	کہتی تھی سکینہ آ جاؤ بابا! اب آ جاؤ!
۱۱۸	سید علی محمد رضوی (بچے)	۵۸	ہزیز دشتِ نینوا امیر لشکر حسینؑ
۱۲۰	مجاہد لکھنوی	۵۹	شہد نے یہ خیمے کے در سے، دی صدا صخر چلو
۱۲۲	مجاہد لکھنوی	۶۰	جس کے دل میں حب حیدر ہو وہ آئے سامنے
۱۲۳	مجاہد لکھنوی	۶۱	حسینؑ تم پہ جو ایمان لا نہیں سکتا
۱۲۵	مجاہد لکھنوی	۶۲	جو راہبر نہ ملے راستہ نہیں ملتا
۱۲۷	مجاہد لکھنوی	۶۳	مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

۱۲۸	مجاہد لکھنوی	ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں	۶۳
۱۳۰	مجاہد لکھنوی	رو تاغم حسین میں یوں کام آ گیا	۶۵
۱۳۲	مجاہد لکھنوی	لوری دیتی تھی شب عاشور مادر سور ہو	۶۶
۱۳۳	مجاہد لکھنوی	الوداع، الوداع، الوداع اے حسین	۶۷
۱۳۴	تجمل لکھنوی	کے ناصر ملے ایسے ہبہ دل گیر سے پہلے	۶۸
۱۳۵	ہزار لکھنوی	حسینیت نے بنیاد بہار بے خزاں رکھ دی	۶۹
۱۳۷	ظفر جوینیوری	تابع حکم حسین ابن علی عباس ہیں	۷۰
۱۳۸	تاشیر نقوی	اب نہ تو قائم ہیں نہ اکبر ہیں نہ بھائی عباس	۷۱
۱۳۹	---	پہنچی جو قید خانے میں ہند گوسیر	۷۲
۱۴۰	---	فرد اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے	۷۳
۱۴۲	---	نعت غم شیر کی گر تجھ کو خدا دے	۷۴
۱۴۶	---	نظر اٹھے تو ذرا روشنی کی منزل میں	۷۵
۱۴۸	---	کہا عباس نے اک آن میں نقشہ پلٹ جائے	۷۶
۱۴۹	---	لاش اکبر اٹھا رہے ہیں حسین	۷۷
۱۵۰	---	رہنے کے لئے دل میں ہے شیر کی صورت	۷۸
۱۵۱	نسیم امروہوی	گھر میں تھیں شاہ کے جو کنیراں نیک نام	۷۹
۱۵۶	تجمل لکھنوی	سرعلی کا سجدہ خالق میں ضربت کے لئے	۸۰
۱۵۷	حامد لکھنوی	خشک ہونٹوں پر زباں اپنی پھرا کر رہ گیا	۸۱
۱۵۹	حامد لکھنوی	بولیں صغریٰ پد نہیں آتے	۸۲
۱۶۰	نسیم امروہوی	شریک دعوت اسلام ہیں ابوطالب	۸۳
۱۶۵	نسیم امروہوی	حق کی تبلیغ کا پیغام ابوطالب ہیں	۸۴
۱۶۸	نسیم امروہوی	زندگی کی شب چراغ زیر داماں حسین	۸۵
۱۷۰	مولانا سید حسن امداد	کر بلا ہو چکی تیار، تقدم ولدی	۸۶
۱۷۲	مولانا سید حسن امداد	کیا شان علمدار ہے، کیا شان علم ہے	۸۷
۱۷۳	تجمل لکھنوی	حسین ہی کا سا اقدام کر بلا کرتے	۸۸

		۱۳	بیاض انجمن ذوالفقار حیدری
۱۷۵	تجمل لکھنوی		۸۹
۱۷۶	تجمل لکھنوی		۹۰
۱۷۷	تجمل لکھنوی		۹۱
۱۷۸	تجمل لکھنوی		۹۲
۱۸۰	تجمل لکھنوی		۹۳
۱۸۱	مجاہد لکھنوی		۹۴
۱۸۳	مجاہد لکھنوی		۹۵
۱۸۴	مجاہد لکھنوی		۹۶
۱۸۶	مجاہد لکھنوی		۹۷
۱۸۷	مجاہد لکھنوی		۹۸
۱۸۸	مجاہد لکھنوی		۹۹
۱۹۰	مجاہد لکھنوی		۱۰۰
۱۹۱	مجاہد لکھنوی		۱۰۱
۱۹۲	مجاہد لکھنوی		۱۰۲
۱۹۴	مجاہد لکھنوی		۱۰۳
۱۹۶	مجاہد لکھنوی		۱۰۴
۱۹۸	یادِ اورِ اعظمی		۱۰۵
۱۹۹	یادِ اورِ اعظمی		۱۰۶
۲۰۰	قمرِ جلالی		۱۰۷
۲۰۱	تاثیرِ نقوی		۱۰۸
۲۰۳	امیدِ فاضلی		۱۰۹
۲۰۴	سارِ فیض آبادی فیض		۱۱۰
۲۰۵	حسن صاحب		۱۱۱
۲۰۷	—		۱۱۲

۲۰۸	—	یا علی اور کنی، یا علی اور کنی	۱۱۳
۲۰۹	—	زمانہ برسر پیکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے	۱۱۴
۲۱۰	—	بین تھا سکینہ کا شام ہونے والی ہے	۱۱۵
۲۱۱	—	قید خانے میں سکینہ یہ بیان کرتی تھی۔ کیا	۱۱۶
		اندھیرا ہے پھوپھی	
۲۱۳	سبط جعفر	ہمیشہ جو بادشاہ رہا ہے، وہی تو عباس بادشاہ ہے	۱۱۷
۲۱۴	—	آواز پہ آواز یہ دیتی ہے سکینہ	۱۱۸
۲۱۵	سید آل حیدر رضوی	جب شانے کٹے تھے قازقی کے، کیا دل پہ	۱۱۹
		گزرتی ہوگی	
۲۱۶	—	علی کا ذکر جہاں، شامل ازاں نہ رہا	۱۲۰
۲۱۷	سید آل حیدر رضوی	یہ شام غریباں ہے، یہ شام غریباں ہے	۱۲۱
۲۱۸	سید آل حیدر رضوی	سر کھلے گزر ارحم کا قافلہ بازار سے	۱۲۲
۲۱۹	سید آل حیدر رضوی	ایمان کی جلا ہے یہ ماتم، زہرا کے چین کے	۱۲۳
		ہے ساماں	
۲۲۱	سید آل حیدر رضوی	مرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے کوئی ماں	۱۲۴
۲۲۲	گوہر جارجی	— علی ولی ہے، علی ولی ہے، علی ولی ہے	۱۲۵

یکتائے زمانہ عہد ساز

معتبر نوحہ خواں

سید علی محمد رضوی (سچے)

اس عظیم الشان انسان کی شخصیت پر ہر گو کہ بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر ہم مختصر ان کے حالات اور کردار کے چند گوشوں کو تحریر کر رہے ہیں۔

سید علی محمد رضوی ۱۹۳۱ء میں اعظم گڑھ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے والدین کے ہمراہ کراچی آ گئے۔ اپنی صدق گوئی اور عادات و اطوار کے باعث زمانے بھر میں سچے کی عرفیت سے معروف ہوئے ان کے اصل نام سید علی محمد رضوی سے اب بھی بہت کم لوگ واقف ہیں۔ گھر میں قدیمی اور بھرپور عزاداری کی وجہ سے عشق آل رسول اور غم حسین ان کی رگ رگ میں سرایت کر گیا جو ان کے جذبہ نوحہ خوانی کی تعمیر کا سبب بنا۔

تقریباً پچاس سال کی سچی عزاداری سید الشہداء، شاعری اور نوحہ خوانی نے سچے بھائی کو وہ مقام بلند عطا کیا جہاں تک آج کا ہر نوحہ خواں پہنچنے کی مسلسل کوشش میں ہے اور ہر نوجوان نوحہ خواں بننے کی خواہش اور جستجو کر رہا ہے۔ سچے بھائی ایک بیدار شاعر تھے انہوں نے اس سلسلے میں باقاعدہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا مگر اپنے والد محترم جناب یادو اعظمی صاحب سے جو کہ اچھے شاعر ہیں بہت کچھ سیکھا۔

اپنے آبائی وطن ہندوستان کے ایک دیہات موضع بہاؤ الدین پور کندھیا اعظم گڑھ میں تقریباً سات سال کی عمر ہی سے اپنے ماموں سید حسن عسکری کے ساتھ پڑھوایا کرتے تھے جو کہ موضع کے اچھے نوحہ خواں اور ماتمی انجمن کے صاحب بیاض تھے۔ وہ سچے بھائی کو مستقل اپنے ساتھ پڑھواتے اور طریزیں سکھایا کرتے تھے۔

سننے ہیں کہ بعض افراد کو خدا کسی خاص کام کے لئے جن لیتا ہے سچے بھائی ان میں سے ایک ہیں۔ ان کو خداوند عالم نے حسین اور حسینیٹ کا پرچم بلند کرنے کے لئے بچپن ہی

سے سرفراز کیا اور نوحہ خوانی کے عام ڈگر سے اجتناب کرتے ہوئے دنیاۓ نوحہ خوانی کو ایک اچھوتے اور منفرد انداز سے روشناس کرایا۔ اور نوحہ خوانی کو اس عروج تک لے گئے کہ عزاداران حسینؑ کی صفوں میں ان کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

اسلامی تاریخ اور ادب کے گہرے مطالعہ اور گہرے شاعرانہ ماحول نے سچے بھائی کو خود بخود شاعری کی طرف راغب کر دیا۔ اور نام و نمود سے بالاتر رہتے ہوئے ۱۹۶۲ء سے نوے اور سلام کہنے لگے ان کی شاعری کی ابتدا ان کے اس پہلے سلام سے ہوئی جس کا مطلع یہ ہے:

رن میں سوال آب پر جب تیر چل پڑے
انسانیت کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے

سچے بھائی تقریباً پندرہ سال کی عمر سے انجمن ذوالفقار حیدری کے بانی اور صاحب بیاض کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ اکیس سال کی عمر میں ۱۹۶۲ء میں بی۔ کام (B.Com) کیا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی معاشی ذمہ داری کو پوری ایماننداری اور محنت سے نبھاتے رہے۔ دوسری طرف اپنا باقی وقت عزاداری سید الشہداء میں اپنے چھوٹے بھائی سید علی عباس عرف بیٹے کے ساتھ بڑا ذوق و شوق سے گزارا اور ایک منفرد انداز سے نوحہ خوانی کرتے رہے۔ اور بہت مختصر عرصے میں سچے بیٹے کے نام سے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی۔

سچے بھائی نے عزت نفس کو کبھی مجروح نہیں ہونے دیا۔ معاشی زندگی کو نوحہ خوانی اور خدمت اہل بیتؑ سے ہمیشہ علیحدہ رکھا، کبھی ذکر کر بلا اور غم حسینؑ کو بیچا نہیں ورنہ کم سے کم ایک گاڑی اور ایک شاندار بنگلہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا بہت سے لوگوں نے ذکر حسینؑ اور غم حسینؑ کو بیچنے کے لئے دوسرے ممالک کے دورے کیے اور نئی نئی منڈیاں قائم کیں اور باقاعدہ سودے بازی کر کے اپنے ضمیر کو بیچا اور سچے بھائی نے بیرون ملک رہتے ہوئے بھی بے لوث غم حسینؑ کی خدمت کی۔

اگر کسی نے معاوضہ دینے کی کوشش بھی کی تو اس سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا بھائی یہ بیچنے کی چیز نہیں ہے اور اگر آج میں نے اس کا معاوضہ لے لیا تو کل میں مولا حسینؑ کی غمزدہ ماں شہزادی کون و مکاں کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔ حشر میں مجھے تاجر غم

حسینؑ کے نام سے پکارا جائے گا۔ خدا مجھے اور سب کو اس گھناؤنے جرم سے محفوظ رکھے۔ یہ ہے کردار کا وہ گوشہ جو سچے بھائی کی شخصیت کو مزید ممتاز اور منفرد کرتا ہے۔

سچے بھائی نے نوحہ خوانی کے علاوہ بہت سے سماجی کام بھی کیے انہوں نے عزاداری کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں مگر اپنے مقصد سے کبھی نہ ہٹے۔ وہ انجمن ذوالفقار حیدری کے لوگوں کو اپنی Family کہتے تھے اور انجمن ذوالفقار حیدری نے بھی ان کو اپنا رہنما سمجھا اور ان کی رہنمائی میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

۱۹۸۸ء میں اہلیہ کے انتقال کے بعد جب پاکستان میں معاشی حالات نامساگار ہو گئے تو والدہ کے بے حد اسرار پر وطن چھوڑ کر ٹورنٹو، کینیڈا آ گئے۔ وہاں تقریباً تین سال رہے اور معاشی حالات بہتر ہونے کی خاطر امریکہ کے شہر واشنگٹن منتقل ہو گئے۔ ۱۹۹۳ء میں ملازمت کے سلسلے میں نیو جرسی چلے گئے اور وہاں بھی اپنی سحر انگیز شخصیت سے ہر دل عزیز ہو گئے۔

آہ! انفس صد انفس! ۱۸/۱۱/۲۰۰۰ء بوقت ۴ بجکر ۵۳ منٹ پر کولمبیا اسپتال (Columbia Hospital) نیویارک میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ اسی شب خونی سینئر نیویارک میں بعد غسل و کفن نماز جنازہ ہوئی اور دوسرے دن وارثوں کے اصرار پر ان کا جنازہ کراچی روانہ کر دیا گیا۔ جہاں ۲۱/۱۱/۲۰۰۰ء کو بعد نماز جمعہ ہزاروں افراد کی موجودگی میں جعفر طیار کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

تقریباً پچاس سال کی عزاداری، سید الشہداء، شاعری اور نوحہ خوانی سے سچے بھائی نے وہ مقام حاصل کر لیا کہ دنیا میں جہاں جہاں سچے بھائی کے انتقال کی خبر پہنچی لوگ بے اختیار چیخیں مار مار کر روئے۔ اس لئے یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ سچے بھائی کا صرف جسم فنا ہوا ہے لیکن جب تک اور جہاں جہاں غم حسین علیہ السلام ہو گا، نوحہ خوانی ہو گی، مدح اہلبیت ہو گی تب تک وہاں وہاں سچے بھائی ہوں گے۔

مرحوم نے نوحوں اور سلاموں کے ساتھ ساتھ قصیدے اور منقبتیں بھی کہی ہیں۔ جو کہ بہت مقبول اور زبان زد و خلائق ہیں بلکہ یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ دنیا میں جہاں جہاں مومنین آباد ہیں اور اردو زبان سے واقف ہیں یقیناً سچے بھائی کے کلام اور دھنیں سنتے ہوں گے اور سنتے رہیں گے۔

اللہ نے سچے بھائی کے بیٹے کو ورثے میں آواز، شکل و صورت اور عادات و اطوار میں بالکل سچے بھائی بنایا ہے۔ ذوالفقار حیدری اس معاملے میں بہت خوش نصیب ہے۔ اس نے علی کی صورت میں ایک اور بچے پالیا۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ علی کو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہم سب کو مایوس نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کے باپ کی دعا ہے۔

میں ذاکر ہوں حسین ابن علی کا یہ دعا کیجئے

شرف یہ نسل سے میری قیامت تک نہیں جائے

اے پروردگار! سچے بھائی کی اس عظیم دعا کو قبول فرما اور انہیں آئمہ طاہرین کے پاس اپنے جوار رحمت میں جگہ دے (آمین) التماس ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ھواللہ۔
(شکریہ)۔

سوگوار:

صادق عباس قزلباش

جنرل سیکریٹری، انجمن ذوالفقار حیدری

دارا کین انجمن ذوالفقار حیدری

شاہ کے نوحہ خواں

ڈاکٹر قنیر نقوی

اٹھ گئے سچے جہاں سے، شاہ کے وہ نوحہ
خواں اک غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا ہے یہ جہاں
ان کے بچے روتے ہیں کہہ کے ہائے بابا جاں
کون دے گا اب تسلی چلی بسیں پہلے ہی ماں
بھائی کو کھویا ہے روتی ہیں بہن کیا ہو گیا
اب کہاں سے لاؤں گی بھائی جو میرا کھو گیا

ہے قلم میں کس کی طاقت ان کی لکھے داستاں
تھے مجاہد اور عزا داری کے ساتھ روح رواں
شان مجلس تھے عزا داری کے تھے وہ پاسباں
کھو دیا شے کو لیکن اس پہ کرتے تھے فغاں
عالمی سطح پہ جانا جائے وہ انسان تھے
اور عزاداری میں کہیے شیر پاکستان تھے

ہے دعا اب بختن سے یہ کرم فرمائیے
صبر بوڑھے باپ کو ایسے بہم پہنچائیے
غم گسار کربلا پر یہ رحم فرمائیے
قبر کے کتبے پہ کچھ ایسا رقم کروائیے
سورہا ہے قبر میں آرام سے یہ نوحہ خواں
مجلسیں آباد ہیں جنت میں ہے یہ نوحہ خواں

الوداع! اے نوحہ خواں

مصور غم محشر لکھنوی

الوداع! اے نوحہ خواں ذوالفقار حیدری
 ہو گئی ہے چپ زبان ذوالفقار حیدری
 اے علیؑ کے چاہنے والے محمدؐ کے غلام
 تجھے بھائی ترجمان ذوالفقار حیدری
 اے مؤذن کربلا کے اے نقیب اہلبیت
 کون اب دے گا اذان ذوالفقار حیدری
 شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
 حشر تک باقی ہے شان ذوالفقار حیدری
 حشر تک اونچا رہیگا تیری شہرت کا علم
 اور چمکے گا نشان ذوالفقار حیدری
 دیکھ آنکھیں کھول کے اے سونے والے قبر میں
 کتنا دیراں ہے مکان ذوالفقار حیدری
 نام تیرا عرش پر چمکے گا مثل آفتاب
 ہوگا روشن آسمان ذوالفقار حیدری

قطعہ تاریخ وفات ڈاکٹر قمر نقوی

قطعہ ۱۸ اپریل ۲۰۰۰ء (وفات علی محمد رضویؒ)

غضب ہے مرنا سچے کا اس جہاں کے لیے
 کہاں سے لاؤں میں الفاظ اس بیاں کے لیے
 مجھے یقین ہے حزیں مولا آج ہیں قبر
 ہیں سوگوار اپنے وہ نوحہ خواں کے لیے

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

سید علی محمد رضوی (تجے)

عدم کو جس نے وجود بخشا وجود کو پھر نمود بخشا
نمود کو تازگی عطا کی خطا کی حد حشر سے ملادی
ہر ایک ذرے کو زندگی دی شعور کو جس نے آگہی دی

ہے جس کا ہر شے پہ نام کندہ

وہ کون ہے جس کا میں ہوں بندہ

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
یہ آسمان یہ برستا ساون یہ لہلہاتا مہکتا گلشن
یہ سبزہ و گل کا نرم بستر یہ کہکشاں کی حسین چادر
یہ چاند سورج چمکتے ستارے حسین قدرت کے یہ نظارے

دیکتے ہیں کس کی چاہ میں یہ

مہکتے ہیں کس کی راہ میں یہ

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

وہ تُوں جس میں ہے تُوں اُس کا وہ فہم جس میں شعور اُس کا
وہ نفس جس میں ہے وہ سایا وہ جسم جس کا نہیں ہے سایہ
جو پارہ نور بے بہا ہے تمام عالم کا آسرا ہے

زمیں پہ رحمت کا آسمان ہے

فلک پہ کس کا وہ مہماں ہے

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 زمیں ہے یہ نہ آسماں ہے عجیب عالم عجب سماں ہے
 نہاں نہیں ہے نہ وہ عیاں ہے ہے کوئی موجود پر کہاں ہے
 ادھر یقین ہے ادھر گماں ہے بس ایک پردہ سا درمیاں ہے
 نکل رہے ہیں یہ کس کے بازو

سمٹ رہی ہے حد من و تو
 کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 کہاں میان خدا و بندہ وجود ممکن نہیں کسی کا
 یہاں یہ مہماں کا ساتھ دیتے نبی کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتے
 جو نور پیکر میں ڈھل رہا ہے یہ ہاتھ جس کا نکل رہا ہے

خدا نما ہے کہ یہ خدا ہے
 خدا نہیں ہے تو اور کیا ہے
 کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 محمد مصطفیٰ سے پہلے قدم کسی کے یہاں نہ پہنچے
 یہاں سے بھی کچھ ذرا سا آگے جہاں پہ جلوے ہیں لامکاں کے
 جو نطق کو ساز دے رہا ہے نبی کو آواز دے رہا ہے
 شناسا لگتا ہے لہجہ جس کا

یہ کون ہے کیا ہے نام اس کا
 کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 خدایا مجھ کو معاف کر دے نگاہ میں حق کا نور بھر دے
 یہ پردہ درمیاں سے اٹھا دے حقیقت مرتضیٰ دکھا دے
 حبیب کا واسطہ ہے تجھ کو الہی اتنا بتا دے مجھ کو
 جو تجھ سے منسوب تیرا در ہے

تیرا ہی ہے یا علی کا در ہے
 کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

مکان ہے یہ تو لامکاں ہے کسے پتہ تیری حد کہاں ہے
 کوئی نہیں اور جس سے پوچھوں نہ تجھ سے پوچھوں تو کس سے پوچھوں
 گھٹا کی صورت میں لوگ گھر کے دیار کعبہ کے گرد پھر کے
 یہ کس کو سجدہ گزارتے ہیں
 یہ کس کو آخر پکارتے ہیں

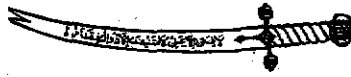
کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 علی کا چہرہ، علی کے بازو علی کی آنکھیں، علی کے گیسو
 علی کا جسم اور، علی کی خوشبو علی کی رگ رگ میں، ہے رواں تو
 ہر ایک کروٹ، ہر ایک پہلو نہیں کوئی فرق ہے سر ہو
 ہر ایک ادا میں تری ہی خود

ہے تو علی، یا علی میں ہے تو
 کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 عجیب بندہ خدا نما سا خدا نہیں ہے، خدا ہے لگتا
 ہے ملتا جلتا کلام اس کا خدا ہی جیسا، ہے نام اس کا
 ہر ایک جا اس کا نور بھی ہے جلا چکا کوہ طور بھی ہے
 ہوا جو کعبہ سے آرہی ہے
 علی علی گنگنا رہی ہے

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں
 وجود میں جب وہ ڈھل رہا تھا میں ساتھ کروٹ بدل رہا تھا
 فلک سے جب وہ زمیں پہ آیا میں آیا ساتھ اس کے بن کے سایا
 وہ عرش پر جب کہ مہماں تھا وہاں پہ میں شکل میزباں تھا
 کہیں پہ چھوڑا نہ ساتھ اس کا
 ہے کب سے ہاتھوں میں ہاتھ اس کا

کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی کبھی میں

ندا یہ آئی نہ بہکو اتنا زباں کھولو ہے علم جتنا
وہ بستر نور جس پہ سو کر وہ ہاتھ جن پر بلند ہو کر
زمین سے میں آسماں ہوا ہوں ورائے وہم وگماں ہوا ہوں
وہ اصل ہے اور اصول ہوں میں
شریک نور رسول ہوں میں
کبھی میں یہ سوچتا ہوں، یہ سوچتا ہوں کبھی میں



لبیک! یا حسین، لبیک! یا امام

سید علی محمد رضوی (پتے)

لبیک! یا حسین، لبیک! یا امام
مولا تیرے حضور میں حاضر ہے یہ غلام
آنکھیں ترس رہی تھیں، زیارت کے واسطے
تڑپا ہوں ایک عمر میں اس دن کے واسطے

کر لیجے قبول مولا میرا سلام
لبیک! یا حسین، لبیک! یا امام

طاقت زبان میں ہے کہاں جو کروں کلام
اشکوں سے کر رہا ہوں رقم حال دل غم

یا شاہ مشرقین یا شاہ تشنہ کام
لبیک! یا حسین، لبیک! یا امام

قاسم کا، عون کا، علی اصغر کا واسطے
عباس نامدار کا، اکبر کا واسطے

لکھ لیجئے حضور، غلاموں میں میرا نام
 لبیک! یا حسین! لبیک! یا امام
 احسان مند ہیں شہہ، عالی مقام کے
 رتبے بلند کر دیئے، مولا غلام کے
 اب زاروں میں آپ کے، آتا ہے میرا نام
 لبیک! یا حسین! لبیک! یا امام
 عالم میں سر بلند نہ ہو، کیوں یہ سر زمین
 رکھی یہاں ہیں کعبۂ ایمان نے جبین
 سوتا یہاں ہے، فاطمہ زہرا کا لالہ خام
 لبیک! یا حسین! لبیک! یا امام
 قوسین جس کو کہتے ہیں یہ وہ کمان ہے
 زیر زمین سوتا یہاں آسمان ہے
 روشن یہاں ہیں خاک پہ خورشید گام گام
 لبیک! یا حسین! لبیک! یا امام
 اگلا لہو صغیر نے اس خاک پاک پر
 شبیر دیکھتے رہے اور اس کی خاک پر
 اکبر بھی ناتمام جوانی ہوئی تمام
 لبیک! یا حسین! لبیک! یا امام

عباس! عباس! چلے آؤ عباس

سید علی محمد رضوی (بچے)

عباس! عباس! چلے آؤ عباس

کیا چین سے سوتے ہو، دریا کے کنارے پر
چھوڑ آئے سیکین کو، ہو کس کے سہارے پر
در پر ہے کھڑی کب سے، لگائے ہوئے وہ آس

عباس! عباس! چلے آؤ عباس

ہیوں تو شہہ دیں نے قتل کی، رضا دے دی
کس طرح اٹھائیں گے، میت علی اکبر کی
بھائی کی ضعفی کا ذرا، کچھ کرو احساس

عباس! عباس! چلے آؤ عباس

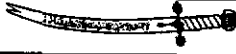
شبیر کی نظروں میں، تاریک زمانہ ہے
الجھا ہوا برجھی میں، اکبر کا کلیجہ ہے
ہم شکل نبی کا بھی، عدو نے نہ کیا پاس

عباس! عباس! چلے آؤ عباس

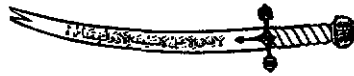
خیموں میں رواں ہر سو، ایک آگ کا دریا ہے
اور پشت پہ زینب کی، بیمار بھتیجا ہے
اولاد پیبر کا عدو نے، نہ کیا پاس

عباس! عباس! چلے آؤ عباس

کچھ تم کو خبر بھی ہے، کیا یہ ہے پتہ تم کو



کھاتی تھی طمانچے، اور دیتی تھی صدا تم کو
 دڑو سے بچھائی گئی، معصوم کی جب پیاس
 عباس! عباس! چلے آؤ عباس
 سنتے ہیں کہ زینب کے، بازو میں رسن ہوگی
 دربارِ ستم ہوگا سر ننگے بہن ہوگی
 آنکھوں سے لہو روئیں گے، سجاد بصد پیاس
 عباس! عباس! چلے آؤ عباس



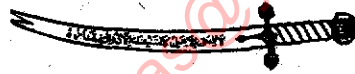
کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

سید علی محمد رضوی (بچے)

کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
 ظالموں اصغر بے شیر کو پانی دے دو
 شہبہ نے اتمام کی حجت علی اصغر، تم بھی
 اب جو دینا ہے وہ پیغام زبانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
 امت کی جد کی ہے بخشش کا سیکنڈ یہ سوال
 تنگی لے لو غم تشہ دہانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
 حشر تک بھول نہ پائے یہ زمانہ جس کو
 آج تاریخ کو ایک ایسی کہانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

اصغر

مالک کوثر و تنیم علی کے ہو پر
 علقما چیز ہے کیا حیدر ثانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
 خشک ریتی پہ سفینہ ہے کئے ہاتھوں سے
 کشتی دین الہی کو روانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
 بخش دو دین کو ہمیشہ یہ شباب
 آج اسلام کو اکبر یہ جوانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو
 ظالموں اصغر بے شیر کو پانی دے دو
 کون کہتا ہے کہ دریا کی روانی دے دو

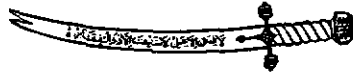


وعدے کیے حسینؑ نے جتنے تھے سب نبھادیے

سید علی محمد رضوی (بچے)

وعدے کیے حسینؑ نے جتنے تھے سب نبھادیے
 حق کے دیئے جلادیئے گھر کے دیئے بھادیئے
 روشن کئے چراغ حق اس طرح سے حسینؑ نے
 اپنے لہو سے راستے سب دیں کے جگمگادیئے
 صبر و رضا کی تیغ سے کاٹا گلا یزید کا
 کوہ علم اٹھا لئے قصر ستم گرا دیئے
 جو تھا خدا کی راہ میں سب کا، وہ سب لٹا دیا
 گھر تو اُڑ گیا مگر، حق کے چمن بسا دیئے

سوئی ہوئی تھی اُمت احمد، اسے جگا دیا
 تپتی ہوئی زمین پر لخت جگر سلا دیئے
 ہم کو ڈرائیں گی بھلا کیا مشکلیں جہاں کی
 دردِ غمِ حسینؑ نے ہیں حوصلے بڑھا دیئے
 ہم سے کہاں ہوئے سوال، منکر تکیر تو فقط
 نامِ علیؑ زباں پہ آیا، تو مسکرا دیئے

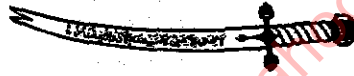


روئی زنجیرِ سجاد کے قدموں سے لپٹ کر روئی زنجیر

سید علی محمد رضوی (پچے)

روئی زنجیرِ سجاد کے قدموں سے لپٹ کر، روئی زنجیر
 جب ہٹائی گئی قدموں سے تو ہٹ کر، روئی زنجیر
 ساتھ عابد کے رہی بن کے عزا دارِ حسینؑ
 تارِ اشکِ غمِ سروؑ میں سمٹ کر روئی زنجیر
 روئی زنجیر روئی زنجیر
 سر کھلے دیکھ کر بلوہ میں نبیؐ کی عزت
 خون میں ڈوب گئی خاک میں اٹ کر روئی زنجیر
 روئی زنجیر روئی زنجیر
 حشر تھا ایک تھا بپا لرزہ با اندام تھا کفر
 جس گھڑی حلقہٴ زنجیر سے کٹ کر روئی زنجیر
 روئی زنجیر روئی زنجیر
 دے کے پیغامِ شہیدوں کا لہو دیتی ہوئی

ایک ایک حلقہ زنجیر میں بٹ کر روئی زنجیر
 روئی زنجیر روئی زنجیر
 دیکھنے والا نہ تھا کوئی جہاد عابد کا
 کوفہ و شام کا دربار الٹ کر روئی زنجیر
 روئی زنجیر روئی زنجیر
 تھر تھرانے لگا عباس جری کا لاشہ
 جاتے جاتے جو سوئے نہر پلٹ کر روئی زنجیر
 روئی زنجیر روئی زنجیر



پرچم حضرت عباسؓ سجائے رکھنا

سید علی محمد رضوی (بچے)

پرچم حضرت عباسؓ، سجائے رکھنا
 ظلم کے ساتھ ہر ایک سانس ہے انسان کی تنگ
 سیکھو شہید سے مرنے کی ادا، جینے کا ڈھنگ
 غم شہید ہے باطل سے، مسلسل ایک جنگ
 غم شہید کو تلوار بنائے رکھنا
 پرچم حضرت عباسؓ، سجائے رکھنا
 آکے باتوں میں سبک جان کے فرش غم کو
 کھو نہ دینا کہیں شہید کے اس ماتم کو
 خشک ہونے نہیں دینا کبھی چشم غم کو

آندھیوں میں بھی دیا حق کا جلّائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا
رعب دستار فضیلت میں نہ آجانا کہیں
شک و شبہات میں پڑ کر نہ گنواں دینا یقین
غم شبیرِ عبادت ہے کوئی رسم نہیں
شور ماتم سے زمانے کو جگائے رکھنا

پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا
ظلمت کفر میں در آتی ہے ایمان کی لکیر
کفر کر سکتا نہیں حق کے ارادوں کو اسیر
آگ کر دیتا ہے ہر رجن سے ذکر شبیر
ذکر شبیر کو ایمان بنائے رکھنا

پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا
حشر تک راہِ مودت یونہی آباد رہے
یہ دعائے دل زہراؑ ہے ذرا یاد رہے
عمر بھر روتے یونہی تھے نہیں سجادؑ رہے
اپنی نسلوں کو عزادار بنائے رکھنا

پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا
غم شبیرؑ سے آباد میرا سینہ ہے
میں عزادار ہوں چہرہ میرا آئینہ ہے
سر بلند ہو کے زمانے میں، اگر جینا ہے
سر در سبطِ پیبرؑ پہ جھکائے رکھنا
پرچم حضرت عباسؑ سجائے رکھنا



غم شبیرِ امانت ہے میرے سینے میں

سید علی محمد رضوی (پتے)

غم شبیرِ امانت ہے، میرے سینے میں
 اک یہی بات ہے، جو دل ہے لگا جینے میں
 غم شبیرِ امانت ہے، میرے سینے میں
 تیرا بندہ علی ہے، کہ خدایا تو نے
 اپنی تصویر، سجا رکھی ہے آئینے میں
 غم شبیرِ امانت ہے، میرے سینے میں
 رن میں ہم شکل پیسیر کو نہ بھیجیں مولا
 کوئی برجھی نہ اتر آئے کہیں سینے میں
 غم شبیرِ امانت ہے، میرے سینے میں
 مسلمان عجب دشمن پیغمبر ہیں
 دیکھ سکتے نہیں تصویر بھی آئینے میں
 غم شبیرِ امانت ہے، میرے سینے میں
 بچہ چھ ماہ کا تھا، سامنے دریا تھا رواں
 کیا گھٹا جاتا تھا دو گھونٹ بھلا پینے میں
 غم شبیرِ امانت ہے، میرے سینے میں

عاکبر

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے

محبت فاضلی

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
دور اُمید میں یہ کس کا خون تھا جو کہ بہتا تھا
اہل وفا کو اہل عزاء کو دیواروں میں چنا گیا
پھر بھی ایک صدائے پیہم آتی تھی دیواروں سے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
ہر جابر سے ہر ظالم سے ہم تھے جو نکراتے تھے
اس ماتم کی خاطر ہم نے گھر کے گھر قرباں کئے
غالب آخر حق آیا باطل نے گھٹنے ٹیک دیئے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
طوفانوں کی زد پہ ہمیشہ ہم نے دیئے جلائے ہیں
گتے، ضدی، سرکش، حاسد ہم کو مٹانے آئے ہیں
دیوانوں کے خواب اُٹھو رہے اب تک پورے ہو نہ سکے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
جس کے در کا کھاتے ہیں ہم اُس کے ہی گُن گاتے ہیں
اِس در پر سب کچھ ملتا ہے دنیا کو سمجھاتے ہیں
جس کے ماتم دار ہیں ہم سب، وہ اپنا رکھوالا ہے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
اہلبیتؑ کے در کو چھوڑیں، اپنا یہ کردار نہیں
ہر انسان کو رہبر کہہ دیں، یہ اپنے اطوار نہیں
کل بھی جو اپنا مولا تھا، آج بھی اپنا مولا ہے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
 کچھ دیوانے ہیں ایسے بھی، کرب و بلا کو بھول گئے
 اللہ، اللہ یاد رکھا اور آل عبا کو بھول گئے
 راہِ وفا سے ہٹنے والو تم کو کون یہ سمجھائے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
 سر دیکر گھر بار لٹا کر ہم نے یہ غم پایا ہے
 اس کی خاطر جانے کتنا اپنا خون بہایا ہے
 جو خون سر تاریخ بہا اُس خون کے قطرے بول اٹھے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
 جذبہِ میثاق لے کر ہم نے نفرت کا رخ موڑ دیا
 ظلم و ستم کی زنجیروں کو اپنے عمل سے توڑ دیا
 نام و نشان تک مٹ جاتے ہیں ہم کو مٹانے والوں کے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
 اپنے لہو سے سچائی کی ہم نے ہے تاریخ لکھی
 ہر اک دور کے انسانوں کو ہم نے دی آواز یہی
 تابہ ابد ہم زندہ رہیں گے دنیا یہ پیغام سنے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
 قید سے چھٹ کر سوئے وطن جب بنتِ زہرا جاں لگی
 اہل وطن کو جا کر زینبؓ یہ پیغام سناسگی
 شبیرؓ و عباسؓ اے لوگو کرب و بلا میں قفل ہوئے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے
 نوحہ گروں اور سیدہ زینبؓ کو زینبؓ دیتی ہے یہ دُعا
 گھر نہ اُجڑے ہائے کسی کا جیسا میرا گھر اُجڑا
 بس اک ارمان ہے زینبؓ کا قائم یہ غم مدار ہے

ہم زندہ ہیں ماتم شبیر کے لئے



اے اہل ماتم اہل غم، اونچا رہے اپنا علم

سید علی محمد رضوی (تجے)

اے اہل ماتم اہل غم اونچا رہے اپنا علم
جب تک ہے دور آسماں سن لے یہ ہر پیرو جوان
آوز پر شیر کے
بڑھتا رہے یہ کارواں

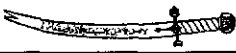
رُکنے نہ پائیں یہ قدم اونچا رہے اپنا علم
ہر قلب پر چھاتے چلو دنیا کو بتلاتے چلو
اک اک محاذ ظلم کی
تصویر دکھلاتے چلو

ہر دل میں بھردو شہد کا غم اونچا رہے اپنا علم
کب تک نہ مانے گا کوئی وہ وقت آئے گا سبھی
ہر قلب پر چھا جائے گا
اپنا حسین ابن علی

اس در پہ ہر سر ہوگا خم اونچا رہے اپنا علم
جب بھی کوئی مشکل پڑی دنیا اُسی در پر جھکی
سینوں سے بل کھا کر ادھر
اٹھی صدائے یا علی

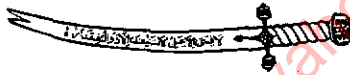
نکلا ادھر باطل کا دم اونچا رہے اپنا علم
یہ پرچم عباس ہے ٹوٹے دلوں کی آس ہے

اب تک اسی پرچم تلے
 زندہ کسی کی پیاس ہے
 جس نے سہ لاکھوں ستم اوچھا رہے اپنا علم
 عباس ہے نام وفا آغاز و انجام وفا
 منہ موڑ کے دریا سے جو
 پیتا رہے جام وفا
 ہوتے رہے بازو قلم اوچھا رہے اپنا علم
 یہ کربلا کی داستان ہے ذرہ ذرہ سے عیاں
 ہر شام آتی ہے لیے
 بے شیر کے خوں کے نشاں
 ہر صبح ہے باچشمِ غم اوچھا رہے اپنا علم
 وہ تیر بانی بچھا معصوم کا تنہا گلا
 اسلام زندہ کر گئی
 اصغر کے مرنے کی ادا
 ہنس کر سہا تیر ستم اوچھا رہے اپنا علم
 زندہ ہے ہل مین کی صدا مٹا نہیں خوں کا لکھا
 شبیر کا حق کی قسم
 اک معجزہ ہے کر بلا
 یہ سلسلہ ہوگا نہ کم اوچھا رہے اپنا علم
 جب کربلا یاد آئے گی انسانیت شرمائے گی
 مظلوم کی آواز ہے
 دل میں اترتی جائے گی
 پٹیں گے پھر بکے قدم اوچھا رہے اپنا علم
 زندہ یہ بیداری رہے یہ سلسلہ جاری رہے



ہم ہوں نہ ہوں اس بزم میں
 قائم عزا داری رہے
 نکلے اسی چوکھٹ پہ دم اونچا رہے اپنا علم
 اے نوجوانان عزا تم ہو کسی دل کی دعا
 تا حشر اٹھتی ہی رہی ہے
 سینوں سے ماتم کی صدا

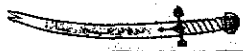
قائم رہے اکبر کا غم
 اونچا رہے اپنا علم



ہاں عزا دارِ حسینی یہ چلن زندہ رہے

سید علی محمد رضوی (بچے)

ہاں عزا دارِ حسینی یہ چلن زندہ رہے
 یوں ہی جتے رہیں اٹھتے رہیں ہر سال علم
 شورِ گرہ ہو سوا، جذبہ ماتم نہ ہو کم
 نسل در نسل مناتے رہو شیر کا غم
 تا ابد تذکرہ کرب و بلا زندہ رہے
 جاہ و اجلال و حشم آیا نہیں کچھ بھی کام
 جتنا باطل نے دبا یا، یہ ہوا اتنا ہی عام
 چھا گئے سارے جہاں پر مرے مظلوم امام
 تخت کو روند کے پابند رسن زندہ باد



جس قدر آج ضرورت ہے حسینیت کی
اتنی شدت سے نہ پہلے کبھی محسوس ہوئی
چار سو پہلے یزید ستم ایجاہ کئی
چاہتے ہیں کہ وہی رسم کہن زندہ رہے

بڑھ کے ڈھا دو ستم وجور کے ایوانوں کو
توڑ دو کفر و ضلالت کے صنم خانوں کو
خوں سے تعمیر کرو دین کے کاشانوں کو
ہوں ستم لاکھوں بزرگوں کا چلن زندہ ہے

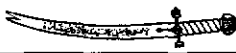
نئے انداز، نئے طور، نئی تیاری
نئے قانون، نئی فکر وہی بیماری
جگہ صفین ہے اے دوست ابھی تک جاری
ایسے آشوب میں حق کہنے کا فن زندہ رہے

جس کا باپ احمد مرسل کا کھلا دشمن تھا
جس کی مادر نے چبا ڈالا جگر حمزہ کا
اب مسلمان مانتے ہیں جہنم دن اُس کا
ہم یہ دن دیکھنے کو چرخ کہن زندہ رہے

نور نے حق کے کیا ظلمت باطل تاراج
نہ رہا تخت یزیدی، نہ رہا اُس کا تاج
سو گیا موت کے آغوش میں شاہی کا مزاج
ریگ زاروں پہ تڑپتے ہوئے تن زندہ رہے

جب رواں نخجر کیں خلق پہ دیکھا ہوگا
سانحہ کیا دل مغموم پہ گذرا ہوگا
بڑھ کے اور اس سے زمانہ میں ستم کیا ہوگا
سامنے قتل ہو بھائی اور بہن زندہ رہے

نہ میسر ہے غذا کھانے کو نہ پانی ہے



دن کو تپ، رات کو شبنم کی فراوانی ہے
 خود ستم گاروں کو اس بات پہ حیرانی ہے
 کس طرح قید میں یہ سوختہ تن زندہ رہے
 ماں پھوپھی بہن کھلے سر ہیں اور ہے مجمع عام
 شمر کرتا ہے بیاں راہ میں ایک ایک کا نام
 ہمت سید سجاؤ کو کرتا ہوں سلام
 سہ کے یہ ظلم و ستم رنج و غم زندہ رہے
 کیسا ہی وقت ہو، حالات بُرے ہوں کہ بھلے
 ڈگمگائیں نہ قدم راہ مودت میں ترے
 مانگ اے دل یہ دعا مانگ کہ اللہ کرے
 مجلس شہہ سے یہ چاہت یہ لگن زندہ رہے

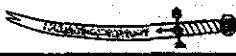


ماں ڈھونڈ رہی ہے کب سے اصغر آ جاؤ

(سید علی محمد رضوی (بچے)

ماں ڈھونڈ رہی ہے کب سے اصغر آ جاؤ
 چھایا ہے ہر سمت اندھیرا آ جاؤ
 تم سے بچھڑ کر دلبر میرے
 تڑپوں گی میں شام سویرے
 کیسے جیئے گی ماں بن تیرے
 آ جاؤ آ جاؤ، دلبر آ جاؤ
 ڈھونڈ رہی ہوں کب سے رو رو

noted



چین سے جنگل میں سوتے ہو
ترسوں گی ماں کی صورت کو
جاتی ہوں میں شام گھلے سر آجاؤ

روٹھے ہو کیوں ماں سے نہ جانے
سُن کے صدا، بن گئے انجانے
آئی ہوں میں تم کو منانے
گودی میں اے لعل ہمک کر آجاؤ

ہو کا عالم، گھور اندھیرا
سُونے جنگل میں ہے لبیرا
گھٹنا ہے دم خوف سے میرا
پھلے ہیں ہر سمت شکر آجاؤ

جب سے سنا ہے فکر سوا ہے
دل کو اک دھڑکا سا لگا ہے
نہنے گلے میں تیر جفا ہے
چلتا ہے دل اپر مرے خنجر آجاؤ

خشک گلا ہوگا مرے جانی
آؤ پلا لاؤں تمہیں پانی
کچھ تو پتا دو، کچھ تو نشانی
کھاتی ہوں میں ٹھوکریں در در آجاؤ

آ میری آنکھوں کے تارے
آجا آجا راج دلارے
دکھیا ماں رو رو کے پکارے
کیسے جیوں گی تم سے بچھڑ کہ آجاؤ



کر بلا، کر بلا، کر بلا آگئی

سید علی محمد رضوی (پتے)

کر بلا، کر بلا، کر بلا آگئی

رہک جت ہے یہ سرزمین وفا
خون معصوم سے اس کو سینچا گیا
سورہا ہے یہاں دلبر فاطمہ
آنکھ بھر آئی جب اس کی یاد آگئی

کر بلا، کر بلا، کر بلا آگئی

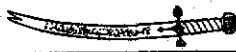
کم نہیں ہے حرم سے یہ دھت وفا
آنکھ پیچی رہے سر رہیں سب کے خم
سر کھلے یاں سے گزرے ہیں اہل حرم
گھڑکیاں کھاتی روتی سکینہ گئی

کر بلا، کر بلا، کر بلا آگئی

ذرہ ذرہ ہے اک داستانِ الم
خون ہی خون بکھرا ہے تابہ حرم
اے دل ناتواں رکھ سنبھل کر قدم
سیدہ یاں سے ہے پا برہنہ گئی

کر بلا، کر بلا، کر بلا آگئی

گودیوں میں نبی زادیوں کے پلے
جان دینے پہ اس طرح سے تھے نٹلے



رکھ دیئے خشک رہتی پہ پیاسے گلے
 بُرشِ خنجر ظلمِ شرِ ماگئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی
 رنجِ غم جن کے گزرے نہ پیاس سے
 تین دن تک تڑپتے رہے پیاس سے
 شاہ دیکھا کیئے حسرت و پیاس سے
 ہر کلی باغِ زہرا کی کھلا گئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی
 شام سے جبکہ پلٹا ہوا قافلہ
 منزلیں مارتا پہنچا کرب و بلا
 گر کے ناقہ سے زینب نے دی یہ صدا
 قید سے جھٹ کے بھیا ! بہن آگئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی
 ہائے زینب کہاں اور کہاں رسیاں
 منہ چھپانے کو بتلاؤ جاؤں کہاں
 مجھ سے چھپتے نہیں بازوؤں کے نشان
 قید ہونے سے پہلے نہ موت آگئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی
 تھا یہیں میرے اکبر کو نیزہ لگا
 حلقِ اصغر یہیں تیر سے تھا چھدا
 ہاں اسی خاک پر تھا سرِ شہ کٹا
 یہ زمین سارا کنبہ مرا گھا گئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی
 تم کو عون و محمد کا بھی ہے پتا
 خر ہوا یا ابھی خشک ہے گلا

کب سے نکلتی ہوں دونوں کا میں راستا
 سارا دن کٹ گیا، اب تو رات آگئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی
 اب جو پھر کے یہاں سے وطن جاؤں گی
 مہ لقا کیا ہوا، کیسے سمجھاؤں گی
 کس طرح سے میں صغرا کو بتاؤں گی
 تیرے اکبر کو رن میں قضا آگئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی



عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو

سید علی محمد رضوی (تجے)

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
 ہر ایک بات سنو، ہر کسی سے فتویٰ لو
 کہے جو صادق آلِ نبیؐ کبھی نہ سنو
 جو شہر علم کا در ہے ادھر کا رخ نہ کرو
 سنی سنائی ہوئی بات پر یقین کرو
 عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
 زباں پہ لاؤ نہ ہر گز نبیؐ کی آل کا نام
 جھکاؤ غیر کے در پر جیں کو صبح و شام
 پہ اہلبیتؑ ہیں بس لائقِ درود و سلام
 انھیں تو دُور ہی سے بس سلام کرتے رہو
 عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو

گھٹاؤ مرتبہ آلِ مصطفیٰ دِن رات
اصول کثرتِ آراء سے ان کو دے دو مات
یہ انتہائے عداوت ہے کہ ہر اک وہ بات
جوان کے حق میں کہی جائے اس کو کفر کہو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
خدا کے واسطے اس ضد سے باز آجاؤ
جہاں میں دشمنِ آلِ نبی نہ کہلاؤ
گلا کٹا چکے شبیر کچھ ترس کھاؤ
نبی کی آل پہ اب تو ستمِ رزانہ کرو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
یہ اہلیت ہیں حاصل انھیں یہ عظمت ہے
کہ لب پہ نام بھی آجائے تو عبادت ہے
یہ کیسی ضد ہے الہی، یہ کیا قیامت ہے
کہ دن کو دن نہ کہو، رات کو نہ رات کہو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
ہر اک بشر کو یہ حاصل کہاں سعادت ہے
خلی حروف میں قرآن میں عبارت ہے
کہ صرف آلِ ابراہیم میں امامت ہے
وہاں بھی شرط رکھی ہے نہ ظالمین میں ہو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
ہے آلِ روح اور اسلام اُس کا قالب ہے
قدم قدم پہ وہ ان کی رضا کا طالب ہے
ہے کون جس پہ درود و سلام واجب ہے
ہے حق پرستی کا دعویٰ تو حق کی بات کہو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو

زباں سے کہتے ہو، دل سے یقین گر ہو جائے
 غم اہلیت کی چوکھٹ پہ تیرا سر ہو جائے
 میں کر بلا کہوں اور تیری چشم غم ہو جائے
 عزیز جان سے زیادہ حسین کا غم ہو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو
 حسین جان دل مصطفیٰ پہ جان شمار
 نظر میں تاب کہاں ہے جو دیکھے حالت زار
 تن حزیں پہ ہیں اتنے شان و تیر کے دار
 شمار کرنے پہ آئیں مگر شمار نہ ہو

عجب ضد ہے کہ اسلام آل سے مت لو



اُس دل میں کر تلاش نہ ہرگز وفا کے پھول

سید علی محمد رضوی (تجے)

اُس دل میں کر تلاش نہ ہرگز وفا کے پھول
 رکھتے نہیں ہیں جس میں علی کی ولا کے پھول

در آئے شوق دید میں جنت کے گلستاں
 مہکے جو میری قبر میں خاکِ شفا کے پھول

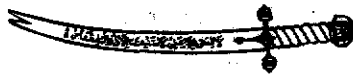
ہست خدا نے یوں درِ خیر اٹھالیا
 جیسے اٹھالے ہاتھ کو کوئی بڑھا کے پھول

نعرہ کیا علی کے پر نے لبِ فرات
 دہشت سے ہاتھ پاؤں گئے اشتیا کے پھول

دیکھ

عبدال

عباسؑ نے کٹا دیئے نصرت میں دونوں ہاتھ
 مہکے لب فرات علیؑ کی دعا کے پھول
 کشتوں کو جن کی خاک میسر نہ ہو سکی
 اُن پر برس رہے ہیں اب اٹک عزا کے پھول
 لب تشنہ دشتِ ظلم میں کانٹوں پہ سو گئے
 اہل وفا منائے وفا میں کھلا کے پھول
 نوک سناں سے یوں تن سرور تھا پاش پاش
 کانٹوں پہ زد پہ جیسے بکھر جائے آ کے پھول
 اکبرؑ سا گل بدن، علیؑ اصغرؑ سا گلخوار
 لکھے تھے یہ نصیب میں کرب و بلا کے پھول
 مس ہوگا تیری آنکھوں سے رومالِ سیدہ
 پلکوں پہ رکھ لے اے دلِ مضطر سجا کے پھول
 سارا، چمنِ رسولؐ کا برباد ہو گیا
 تپتی ہوئی زمین ہے اور سیدہ کے پھول
 اے مسکنِ حسینؑ نہیں ہوں، ذاکرِ حسینؑ
 مجھ کو بھی کرے خاک میں اپنی بسا کے پھول



رَن پر جو چڑھے جعفرِ طیار کے پیارے

سید علی محمد رضوی (بچے)

رَن پر جو چڑھے جعفرِ طیار کے پیارے
 اعدا کو نظر آئے گلے دن میں بھی تارے

حق کر گئے مادر کے ادا سارے کے سارے
 ماموں پہ فدا ہو گئے زینب کے دُلا رے
 سمجھاتی تھیں بچوں کو بڑے پیار سے زینب
 بھولے سے نہ جانا کبھی دریا کے کنارے
 پیاسی ہے سیکھتے رہے ہر آن یہی دھیان
 پانی کا تصور نہ ہو ذہنوں میں تمہارے
 ماں صدقے گئی، آج ہے مرنے میں بڑا نام
 میں خوش ہوں ملیں خاک میں ارمان جو سارے
 گھوڑوں سے گرد بھی تو صدا رن سے نہ دینا
 دیکھو میں خفا ہوں گی جو ماموں کو پکارے
 کم سن ہو تو کیا؟ بنت علی کے ہو جگر بند
 اس سن میں بڑا نام تھا نانا کا تمہارے
 میں خیمے سے دیکھوں گی جری کون ہے تم میں
 للکار کے پہلے جو ابنِ سعد کو مارے
 وعدہ جو کیا ماں سے وفا کر گئے دونوں
 پیاسے ہی لڑے، پیاسے ہی دنیا سے سدھارے
 صد حیف ہے اے دشتِ بلا تیری زمیں نے
 سب چھین لیے زینبِ مضطر کے سہارے
 پالا تھا جنھیں گود میں وہ جا بے رن میں
 اب کون ہے زینب کو جو ماں کہہ کے پکارے

دفن تو کردی شہید دیں نے علی اصغرؑ کی لاش

سید علی محمد رضوی (پتے)

دفن تو کردی شہید دیں نے علی اصغرؑ کی لاش
 فرط غم سے ہو گیا لیکن کلیجہ پاش پاش
 آسکا لختِ دل بانو نہ خیمہ گاہ تک
 صبح سے تا شام شہید لایا کیے لاشوں پہ لاش
 آخری دیدار کو مادرِ ترس کر رہ گئی
 کیا گراں اکبر سے بھی مولا تھی ششماہ کی لاش
 دشتِ غربت میں نہ ہوتا ماں سے شمشاہہ جدا
 کامیاب ہو جاتے پانی لانے میں عباسؑ کا ش
 حرمِ اب کون سا تیر ستم ترش میں ہے
 جا بجا نیزہ چھو کر کس کو کرتا ہے تلاش
 کر کے پانی کا سوال اصغرؑ تو رن میں سو گئے
 آج تک آبِ رواں کرتا ہے پھپھپ کر تلاش
 لاکھ اٹھیں ظلم کے طوفان، آسکتی نہیں
 جیتے جی شیر کے، اسلام کے رخ پر خراش
 سبطِ پیغمبرؐ کا خون ہے، اپنی گردن پر نہ لے
 ہوش میں آئیں مرجانہ نہ کر غلطی یہ فاش
 یہ لہو گر بہہ گیا سب کچھ بہا لے جائے گا
 تختِ دُناج و قصرِ شام ہو جائیگا سب پاش پاش

شب اجالوں سے کرے بیعت طلب صد حیف ہے
احمد مرسل کا بیٹا اور کہاں وہ بد قماش



عجیب ہے داستانِ غم عجیب ہے

سید علی محمد رضوی (پتے)

عجیب ہے داستانِ غم عجیب ہے
نبیؐ کی شہرت پر یہ ستم عجیب ہے
دہرائی جب جانے لگی پھر سے تاریخِ بدر و حنین
زد پہ تیغ و تیر و تیر کے جو کچھ تھالے آئے حسین
وقت پڑا جب دینِ نبیؐ پر تن من دھن سب لٹا دیا
بھولنے والی بات نہیں تھی، گھر گھر اس کا چرچا تھا
یہ توکل کی بات تھی، خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا
مولائی کا تاجِ نبیؐ نے خم میں کس کو عطا کیا
رہزن کو رہبر سے بڑھایا اُمت دیں کے بانی سے
ذروں کا کرتے ہو تقابلِ نور کی اُس تابانی سے
جس کی بابت دھوکے میں ہے دنیا بندہ ہے کہ خدا
ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں ایک محمدؐ ایک علیؑ
دونوں ہیں محبوبِ الہی دونوں کو معراج ہوئی
ایک کو حق نے کر دیا ظاہر ایک پر دے میں چھپا لیا
زندہ باد اے جذبہ ماتم، محنت اب رنگ لائی ہے
چودہ سو سالہ نفرت اب کھل کر سامنے آئی ہے

آج یزیدیت نے پردہ رُخ سے اپنے ہٹا دیا
 ٹھہر نہیں سکتے تھے بغیر اذان فرشتے جس در پر
 نقش نشان پائے محمدؐ ثبت تھے جس کی چوٹ پر
 وائے مسلمانوں ہو تم پر، تم نے وہ درجلا دیا

دنیا سے ہے شان نزالی، اپنے نبیؐ کی اُمت کی
 فاسق وفا جر کی بیعت کی، ایک نہ مانی عترت کی
 بدر کے مقتولین کے وارث بن گئے ان کے راہ نما

ایسی ہے یہ روداد دنیا نے پہلے کبھی دیکھی نہ سنی
 اپنے نبیؐ کی آل کو گھیرے تھے کلمہ گویانِ نبیؐ
 پانی کی دو بوند کے بدلے رن میں تیر برستا تھا

ہاتھوں میں ہے شہر کے خنجر، زانو کے نیچے ہیں حسینؑ
 خیمہ کے در پر کرتی ہے، زینبؓ سر کھولے ہوئے بین
 بابا اب تم کب آؤ گے بھائی کا کشتا ہے گلا

سر کو تن سے جدا کیا، سر چڑھا دیا پھر نیزے پر
 لاشوں پر گھوڑے دوڑائے بھی نہ دل کی آگ مگر
 کلمہ گویوں نے خود اپنے نبیؐ کے گھر کو جلا دیا

ایسے میں اک بچی نکلی، خیموں سے گھبرائی ہوئی
 خون پکتا تھا کانوں سے رُخ پہ یتیمی چھائی ہوئی
 کانپ رہی تھی خوف سے وہ اور شہر طمانچے مارتا تھا

دامن میں تھی آگ لگی اور سوائے نجف تھا رُخ اُس کا
 روتی تھی، چلاتی تھی، کہ دیتی تھی بابا کو صدا
 روٹھ گئے کیوں آپ سیکینے سے بابا کیا کی تھی خطا

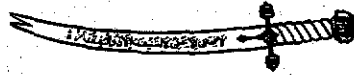
بین سیکینے کے سُن سُن کر تھراتی تھی لاش حسینؑ
 ساحل پر اک لاش اٹھ اٹھ پڑتا تھا ہو کر بے چین
 آتی تھی رہ رہ کے صدا جب آ جاؤ آ جاؤ پچھا

تیور وہی، شباب وہی، بانگین تمام

سید علی محمد رضوی (بچے)

تیور وہی، شباب وہی، بانگین تمام
 عباں کو ملے ہیں علی کے چلن تمام
 شیر خدا کا شیر چلا ہے سوئے فرات
 ہیبت یہ ہے کہ کانپتا ہے زن کا زن تمام
 شاید کسی نے ٹوک دیا ہے دلیر کو
 گونجا ہوا ہے شیر کے نعروں سے بن تمام
 روکے نہ رک سکے گا ید اللہ کا پسر
 اے فوجِ شام دیکھ لے کر کے جتن تمام
 بانو کے گلبدن نے ہنسی میں اڑا دیا
 بیکار ہوا ابنِ کابل کا فن تمام
 سوکھے لبوں کی تیغِ دلوں میں اُتار دی
 روتے ہیں پھر پھر کے منہ تیغِ زن تمام
 ہے کر بلا پہ ختم مصیبت کی داستان
 ہاتھوں پہ باپ کے ہوا غنچہِ دہن تمام
 زینِ فرس سے خاک پہ پہنچے تو کس طرح
 تیروں میں ہے گمدا ہوا شہہ کا بدن تیار
 اک ذات تھی حسین کی سو وہ بھی چل بسی
 فردوس کو سدھار گئے پختن تمام

بکھرا پڑا ہے ناک پہ گلشن رسول کا
چلے پڑے ہیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے تن تمام
دست دُعا بلند ہیں، مولا قبول ہو
پہنچے ترے مزار پہ یہ انجمن تمام



کربلا میں وہ تیری جنگ الاماں اصغرؑ

(سید علی محمد رضوی (سچے)

کربلا میں وہ تیری جنگ الاماں اصغرؑ
تیغ لب سے باطل کی کاٹ دی زباں اصغرؑ
سرخِ شہادت ہے تیری داستاں اصغرؑ
ہائے نونہالوں کے میر کا رواں اصغرؑ

سن یہ چھ مہینے کا، یہ شباب کا عالم
نہے نہتے قدموں پر کر لیا جہاں کو خم
ہنس رہا تھا تو لیکن چشمِ ظلم تھی پُر خم
کردیا قیامت تک خم یزید کا پر خم

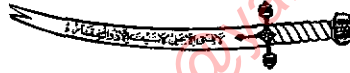
دو جہاں پہ بھاری ہے تیری ایک قربانی
تو بڑا بہادر تھا اے حسینؑ کے جانی
تجھ کو چھیڑ کر کی تھی حُملا نے نادانی
بہہ رہا تھا تیرا خون، تر تھی اُس کی پیشانی

حُملا لرز اٹھا تن کے جب کیا نعرہ
تیر کھا کے جیتے تم، وہ تیر مار کر ہارا



ایک حشر برپا تھا، گونجتا تھا رن سارا
پھر علیؑ کے پوتے نے گل کفر کو مارا
کر بلا کے میدان میں تو اگر جواں ہوتا
جرات و شجاعت کا بڑھ کے آسمان ہوتا
تو ل کر علیؑ کی تیغ رن کو جب رواں ہوتا
اس جہاں کے نقشے پر شام پھر کہاں ہوتا

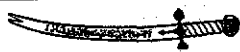
تو کمال آدم ہے، تو کمال انسانی
تیری فکر لا محدود، تیرا عزم لا فانی
مُفرد بہادر ہے تو، نہیں ترا ثانی
دین کی رگوں میں ہے، تیرے خون کی طغیانی



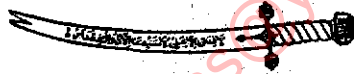
کٹ کر گرے تھے کل جو کنارے فرات کے

سید علی محمد رضوی (بچے)

کٹ کر گرے تھے کل جو کنارے فرات کے
وہ ہاتھ آسرا ہیں ہماری نجات کے
ہے ٹھوکروں میں آج بھی عباسؑ کے فرات
ایسے دھنی بھی ہوتے ہیں دنیا میں بات کے
اُن سے بزور تیغ یہ بیعت کی کوششیں
جو فتح ڈھال دیتے ہیں سانچے میں مات کے
ہنستے ہو آنسوؤں پہ ہمارے، خدا گواہ
ہم جمع کر رہے ہیں وسیلے نجات کے



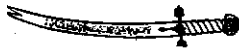
کرب وبلا میں تیر ستم کھا کے اک صغیر
 لہرا گیا جہاں پہ پرچم حیات کے
 تیرا ہی دل تھا تو نے اٹھالی جواں کی لاش
 صدقہ حسینؑ اس ترے پائے ثبات کے
 کس جا چھپے ہو اے علیؑ اصغرؑ جواب دو
 مادر بھٹک رہی ہے اندھیرے میں رات کے
 ہم بھی غلامِ حُر ہیں کرم یا شہہ اُم
 کب سے ہیں مُنتظرِ نظرِ التفات کے
 ہو جائے مخرف یہ زمانہ تو فکر کیا
 ہم فاطمہؑ سے لیں گے صلے نوحہ جات کے



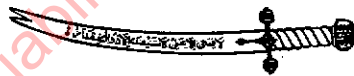
دیکھنا ہو جو تجھے حق کے ولی کا چہرہ

سید علی محمد رضوی (پتے)

دیکھنا ہو جو تجھے حق کے ولی کا چہرہ
 خُم کے میدان میں آ، دیکھ علیؑ کا چہرہ
 کل یہ چہرہ نہ بھلا دینا زمانے والو
 آج پہچان لو احمدؑ کے وصی کا چہرہ
 میں ہوں مصروفِ عبادت تو فرشتے چُپ ہیں
 قبر میں دیکھ رہا ہوں میں علیؑ کا چہرہ
 نورِ خالق کے ہیں دو جلوے محمدؑ و علیؑ
 دونوں صورت میں جھلکتا ہے اسی کا چہرہ



جن نگاہوں میں علیٰ بستے ہوں ان آنکھوں میں
 کیا سمائے گا بھلا اور کسی کا چہرہ
 افق صبر پہ ایوبؑ کے دھندلے ہیں نقوش
 جگمگاتا ہے حسینؑ ابن علیؑ کا چہرہ
 خوں بھری زلفوں کو چہرے سے ہٹا کر شبیرؑ
 ہائے کس یاس سے تکتے ہیں انہی کا چہرہ
 پیار سے جس کو نبیؐ چوم لیا کرتے تھے
 ہے سر نوکِ سناں آج اُسی کا چہرہ
 جس کے چہرے سے تو یہ بے ادبی کرتا ہے
 ارے ظالم یہ ہے فرزندِ نبیؐ کا چہرہ
 اُمّ لیلیٰ کی رہیں حسرتیں دل کی دل میں
 مل گیا خاک میں ہمشکلِ نبیؐ کا چہرہ
 چھن گئے کانوں سے معصوم سیکنہ کے گہر
 رہ گئی دیکھتی حسرت سے پھوپھی کا چہرہ



جن کی راہوں سے پیمبرؐ نے ہٹائے کانٹے

(بچے)

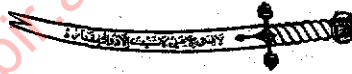
جن کی راہوں سے پیمبرؐ نے ہٹائے کانٹے
 ہر قدم پر انھیں لوگوں نے بچھائے کانٹے
 خار پھر خار ہے، فطرت ہے اذیت دینا
 پہلوئے گل سے کوئی کاش ہٹائے کانٹے

اہلِ گلشن کلی نگاہوں میں صدا کھنکیں گے
لاکھ پھولوں میں رہیں، ہیں تو پرائے کانٹے

وائے ہو اُمّتِ مرحومہ تری قسمت پر
گل کے ہوتے ہوئے دامن میں سجائے کانٹے
گھر جلانے کو چلے آئے نبی زادی کا
بن گئے بعد نبی راہ کے سائے کانٹے

سر بکف اہلِ وفا دشتِ بلا سے گزرے
لاکھ دنیا نے سرِ راہ بچھائے کانٹے
دیکھ کر دشتِ مصیبت میں گلِ زہرا کو
نیزہ تانے ہوئے ہر سو نکل آئے کانٹے

تنِ شبیر ہے یوں تیروں کے گہوارے پر
میتِ گل کو ہوں جس طرح اٹھائے کانٹے
رو دیئے اہلِ ستم سوکھے ہوئے ہونٹوں پر
جب زباں پھیر کے اصغر نے دکھائے کانٹے

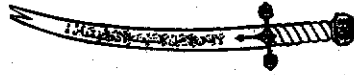


الفتِ شبیر کی جس دل میں پھیلی چاندنی

سید علی محمد رضوی (بچے)

الفتِ شبیر کی جس دل میں پھیلی چاندنی
اُس کی قسمت میں یہاں بھی ہے وہاں بھی چاندنی
عزمِ شبیری کو دھمکتا ہے تختِ و تاج سے
اے امیرِ شام ہے یہ چار دن کی چاندنی

کر بلا سے خُلد تک اک خط کھنچا ہے نور کا
 چاند زیرِ خاک ہے تا عرش اُس کی چاندنی
 اتنی تاریکی میں روشن ہے مثالِ ماہتاب
 پیکرِ اسلام میں یہ کس نے بھردی چاندنی
 تذکرہ جب فاطمہ کے ماہ پاروں کا چھڑا
 خونِ دل آنسو بنے، آنکھوں سے برسی چاندنی
 بہ گیا اشکوں کی طغیانی میں دربارِ یزید
 کر بلا میں اس قدر پیاسوں کو رُوئی چاندنی
 خون کے آنسو ہے صغریٰ کو رلاتی چاندنی
 دیکھ کر چاند آگئی یاد اپنے گھر کی چاندنی
 اب نہیں لگتی کسی پہلو بھی اچھی چاندنی
 شہدِ سفر میں ہیں کہاں کا چاند کیسی چاندنی
 دل متور ہو گیا، خُر کی چھٹیں تاریکیاں
 دیکھنے میں تھی گھٹا کالی پہ برسی چاندنی
 خواب سا لگتا ہے، یہ گھر بھی کبھی آباد تھا
 ہر طرف تھے چاند روشن، ہر طرف تھی چاندنی
 اکبر و اصغر، محمد، عون، عباس علی
 روشنی ہی روشنی تھی، چاندنی ہی چاندنی
 قاسم گل پیر، ہن سا بھائی، کبریٰ سی بہن
 اپنے گھر کا چاند تھا اور اپنے گھر کی چاندنی
 گھوڑوں کی ٹاپوں میں آکر پس گیا زہرا کا چاند
 کربلا کی خاک پر بکھری پڑی تھی چاندنی
 اب فلک تو ہی بتا وہ سب کہاں پر سو گئے
 اب کہاں وہ چاند پھیلاتے ہیں اپنی چاندنی



افضل ہے فرشتوں سے جو وہ نوع بشر ہوں

سید علی محمد رضوی (تجے)

افضل ہے فرشتوں سے جو وہ نوع بشر ہوں
 میں فاطمہ زہرا کی دعاؤں کا اثر ہوں
 ہے ماتم شبیر مرا مقصدِ تخلیق
 میں نخلِ تمنائے محمدؐ کا ثمر ہوں
 جو لوگ مٹانے پہ تلے تھے مجھے کل تک
 وہ ہو گئے خود آج فسانہ میں مگر ہوں
 شبیرؑ کی نسبت سے ہوں صدر شکِ سلیمان
 شاہی مری ٹھوکر میں ہے گو خاک بسر ہوں
 جو پوچھنا ہو پوچھ لو، یہ کہتے تھے حیدرؑ
 جو علم کا مسکن ہے میں اُس شہر کا در ہوں
 یہ نذر مری دامنِ زہرا کے لیے ہے
 پلکوں پہ چھپائے جو میں اشکوں کے گہر ہوں
 کہتے تھے سرِ رزم یہ عباؑ کے تیور
 شبیرؑ پہ آج آ نہیں سکتی میں اگر ہوں
 تیغ و ثمر و تیر و سناں ہی میں پلا ہوں
 عباؑ ہوں عباؑ میں حیدرؑ کا پسر ہوں
 سو بار مروں اور جیوں پھر بھی یونہی میں
 شبیرؑ کے بچوں کے لیے سینہ سپر ہوں

سرود کی صداؤں پہ صدا دیتے تھے اکبرؑ
 بابا میں ادھر ہوں، میں ادھر ہوں، میں ادھر ہوں
 شہنہ کہتے تھے اے نورِ نظر پھر سے صدا دو
 کچھ سوچتا مجھ کو نہیں اکبرؑ میں کدھر ہوں
 میں کیا کروں بیٹا کہ مرا بس نہیں چلتا
 پڑتے ہیں قدم جانے کہاں رکھتا کدھر ہوں
 ان آنکھوں سے پھر دیکھ لوں تصویرِ پیہر
 صورت کو ترستا میں تری، لختِ جگر ہوں
 پیری میں اٹھاؤں گا جواں لال کا لاشہ
 زندہ میں اسی دن کے لیے جان پدر ہوں



دل میں علیؑ علیؑ ہو، زباں پر علیؑ

سید علی محمد رضوی (بچے)

دل میں علیؑ علیؑ ہو، زباں پر علیؑ
 ہے کشتی اسلام کا لشکر، علیؑ علیؑ
 راہِ عمل میں عزم کا پیکر، علیؑ علیؑ
 تنہا ہے اپنی ذات میں لشکر، علیؑ علیؑ
 شیروں کا شیر، فاتحِ خیبر، علیؑ علیؑ
 بعد از رسولؐ سب سے ہے بہتر علیؑ

فاتحِ دہر، قاتلِ غتر، علیؑ علیؑ
 کزارِ ذی وقار، بہادر، علیؑ علیؑ
 غازی، جری، دلیر، غنفر، علیؑ علیؑ

ہنگام جنگ شیر بہر، ز، علی علی

حملہ کرو عدو پہ تو کہہ کر علی علی

احساس بے بسی میں، پکارو علی علی

مشکل کی ہر گھڑی میں، پکارو علی علی

ہر غم میں، ہر خوشی میں، پکارو علی علی

اک بار بے خودی میں، پکارو علی علی

ہاں دوستو ہو، نعرہ حیدر علی علی

خندق کا واقعہ ہو، کہ خیبر کا معرکہ

بڑھ کے قدم تراء، کبھی پیچھے نہیں ہٹا

آیا مقابلے پہ جو، وہ منہ کی کھا گیا

اے حل مشکلات، تجھے کیوں نہ دیں صدا

آواز دے رہا ہے پیہر، علی علی

اندارِ حرب و ضرب کے، جو ہر دکھا دیئے

کھینچی جو تیغ، دُور تلک گل کھلا دیئے

وہ جنگ کی، کہ کفر کے جھکے چھڑا دیئے

اک اک قدم پہ گشتوں کے پُشتے لگا دیئے

زد میں ہیں جبریل کے پیہر، علی علی

سویا جو سر سے پاؤں تلک، تان کر ردا

کچھ ایسی بھا گئی، تری قدرت کو یہ ادا

اپنا کے ترا نفس، تجھے سوئپ دی رضا

کیسے کہوں کہ تو تھا، سر عرش کبریا

آواز دے رہا ہے پیہر، علی علی

ہے تیری چال ڈھال میں، خالق کی سب ادا

نفسِ رسول، وجہِ خدا، دستِ کبریا

اللہ مجھ کو معاف کرے، گر کروں خطا



بندہ کا روپ ہوتا، تو ہوتا، تو ہی خدا

تو ذات کبریا کا ہے مظہر، علی علی

معراج، بندگی کی حدوں سے نکل گیا

تیرا وجود، مرضی خالق میں ڈھل گیا

بدلا تو جس سے، اُس سے زمانہ بدل گیا

گرتا ہوا بشر بھی، وہیں پر سنبھل گیا

آیا جو تیرا نام زباں پر، علی علی

اک رات ساتھ لائی، قیامت کی وہ سحر

جب آسمان بھٹ کے گرا، فرش خاک پر

زخمی تھا تیغ ظلم سے، نفسِ نبی کا سر

نکرا رہے تھے، مسجد کوفہ کے بام و در

زوتے تھے پھوٹ پھوٹ کے پتھر علی علی

اک تہلکہ تھا گردشِ لیل و نہار میں

محشر بپا تھا، خانہ پروردگار میں

طاقت نہ ضبط کی تھی کسی دلِ فگار میں

ماتم بپا تھا قتلِ شہہ ذوالفقار میں

چلا رہے تھے مسجد و منبر علی علی

سُن کر صدا، تڑپ کے گرے خاک پر حسن

نکلے گریبان چاک کیے، شاہِ بے کفن

تھا غم سے سرد، زینب و کلثوم کا بدن

روتا تھا پیٹ پیٹ کے، ہر ایک مرد و زن

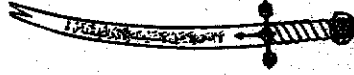
محوِ فغاں تھی قبرِ پیبر، علی علی

زہرا کی آرہی تھی، بقیع سے یہ صدا

بچے مرے یتیم ہوئے ربِ دوسرا

سجدے میں تیرے، شیر خدا قتل ہو گیا

کس سے کہوں مدد کو تو ہی آمرے خدا
حسینؑ رو رہے ہیں بلک کر علیؑ



مرحبا سید ابرار حسینؑ ابن علیؑ

سید علی محمد رضوی (بچے)

مرحبا سید ابرار، حسینؑ ابن علیؑ
پیر احمد مختار، حسینؑ ابن علیؑ
ہو بہو حیدر کرار، حسینؑ ابن علیؑ
ایک خود لشکر جبار، حسینؑ ابن علیؑ

توڑ کر وقت کے مرحب کی کلائی تو نے
شع حق خون سے خود اپنے جلائی تو نے

شع وہ جس میں ہیں معنی شہادت پہناں
گلشن فاطمہؑ زہرا کی ہے، نکلت پہناں
صبر کی، شکر کی، ایثار کی نعت پہناں
بنی آدم کی، ہے برداشت کی قوت پہناں
شع وہ، کہ جلی تھی کبھی ویرانے میں

آج روشن ہے ہر اک دل کے عزا خانے میں

بعد احمدؑ کے، کچھ اس طرح سے بگڑا تھا نظام
چند ہاتھوں میں، کھلونے کی طرح تھا اسلام
بدعتیں عام تھیں، احکام شریعت تھے حرام
شہہ سے دیکھا نہ گیا، مٹتے ہوئے حق کا پیام



حق کی تبلیغ کو، ہاتھوں پہ لیے سر نکلے
لے کے شیر، مدینہ سے بھرا گھر نکلے
ساتھ بچن بچن کے لیے، گلشن زہرا کے گلاب
علی اصغر کا تبسم، علی اکبر کا شباب
لال زینب کے، زمانے میں نہیں جن کا جواب
بن گئے خرمن باطل کے لیے، حق کا عتاب

تخت شاہی کی نگاہوں میں، نگاہیں ڈالے
چڑھ گئے دار پہ، آغوشِ علی کے پالے
دولہ شاہ کے انصار کا تھا، قابل دید
سطح دنیا سے بلند، عقل سے دنیا کے بعید
نصرت حق میں مرے، روند گئے تاج یزید
اس کو کہتے ہیں شہادت، انھیں کہتے ہیں شہید

غور سے دیکھ، تصور میں بسالے ان کو
یہ وہ انسان ہیں، کبھی موت نہیں ہے جن کو
یونہی بے وجہ دھڑکنے سے نہیں کچھ حاصل
ہر نفس میں، غم شیرِ بسالے اے دل
ان کے قدموں سے ہے، لپٹی ہوئی راہِ کامل
یہ ہیں وہ، ڈھونڈتی پھرتی ہے جنھیں خود منزل

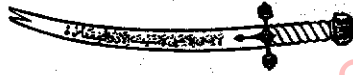
ہنس کے برچھی کی آنی، دل سے لگا لیتے ہیں
زیرِ خنجر بھی، یہ اُمت کو دعا دیتے ہیں

کس کی ہمت ہے کرے باب میں سرور کے کلام
ذہن انسان سے بالا ہے غلاموں کا مقام
جس طرح لاش پہ بیٹوں کی گئے، شاہِ اناام
بچے انصار کی نصرت کو، اسی طرح امام

ہر سپاہی کی گئے لاش پہ، ہر بار کی جنگ



کر بلا میں لڑی شیر نے، کردار کی جنگ
شکر کرتے تھے خدا کا، جو برستے تھے تیر
اُف نہ کی، مٹی رہی بھائی حسن کی تصویر
سامنے مر گیا آنکھوں کے، تڑپ کر بے شیر
ڈمگائے نہ قدم، واہ رے عزم شیر
جب کوئی لال، کلیجے پہ سناں کھاتا تھا
رنگ شیر کے چہرے کا نکھر جاتا تھا



گھر گھر میں، صفِ ماتم شیر بچھا دے

سید علی محمد رضوی (بچے)

گھر گھر میں، صفِ ماتم شیر بچھا دے
نعت غم شیر کی، گر تجھ کو خدا دے
دنیا کو پیام شیرِ مظلوم، سنا دے
ماتم کی صدا سے، دلِ باطل کو ہلا دے
پردہ جو نگاہوں پہ ہے، دنیا کی ہٹا دے
گھر گھر میں، صفِ ماتم شیر بچھا دے
ہے مرد وہی، کر کے جو وعدے کو نبھا دے
اک سر کی ضرورت ہو بہتر (۷۲) کا گلا دے
بازوئے علمدار دے، بہنوں کی ردا دے
جو کچھ بھی ہو، سب راہِ محبت میں کٹا دے
انتا دے، کہ بدلے میں خدا سوچے، کہ کیا دے
دنیا میں صدا بن کے رہو، حق کے پیامی

ظالم کے مخالف رہو، مظلوم کے حامی
اعمال کو کھا جاتی ہے ایمان کی خامی
ہر ایک کو ملتی نہیں، سرور کی غلامی
دولت یہ میسر ہے اُسے، جس کو خدا دے

حق کیا ہے، زمانے کو بتاتے ہوئے نکلو
پردہ رُخِ باطل سے، ہٹاتے ہوئے نکلو
جاگے ہوئے فتنوں کو، سلاتے ہوئے نکلو
سوتے ہوئے ذہنوں کو، جگاتے ہوئے نکلو
نعرہ وہ کرو، کفر کی دیوار کو ڈھا دے

کوثرِ غم سرور میں، لُٹاتے ہوئے نکلو
رُوتے ہوئے دنیا کو، رُلاتے ہوئے نکلو
مظلوم کا پیغام، سناتے ہوئے نکلو
عباس کے پرچم کو، اٹھاتے ہوئے نکلو
ہر نقشِ قدم، راہِ حقیقت کا پتا دے

بتلاؤ کہ شیرِ سا رہبر نہ ملے گا
کونین میں ان کا کوئی، ہمسر نہ ملے گا
سردارِ جنان، ساقی کوثر، نہ ملے گا
اس در کے سوا اور کوئی، در نہ ملے گا
جس در پہ فرشتہ بھی گدا بن کے صدا دے

ممکن نہ ہوا کر کے، جو سرور نے دکھایا
خوشنودیِ مولا میں، بھرے گھر کو لُٹایا
اکبر کو اٹھایا، کبھی اصغر کو سُٹلایا
شیر نے سر دے کے، زمانے کو بتایا

زندہ ہے وہی موت کی گردن جو جھکا دے
بڑھتے ہوئے باطل کے، قدم توڑنے والے

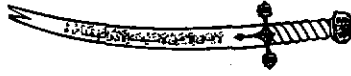


ایوانِ تکر کے صنم، توڑنے والے
اے تشنہ دہاں خاک پہ، دم توڑنے والے
حیران ہیں خود تجھ پہ ستم، توڑنے والے
ہے کون، تیرے تیغ، جو امت کو دُعا دے

یہ صبر یہ ضبط اور یہ، ہمت نہیں دیکھی
انساں کی یہ معراج، یہ عظمت نہیں دیکھی
جو تیرے کسی میں بھی، یہ جرأت نہیں دیکھی
حیدر کی قسم ہم نے، یہ قوت نہیں دیکھی
قلّت سے جو کثرت کے، ارادوں کو مٹا دے

کہنے کو مسلمان تھے، وہ ظلم کے بانی
مہمان بلا کر نہ دیا، شاہ کو پانی
مٹی میں ملا دی، علی اکبر کی جوانی
ہمیشہ پیہر تھا وہ، شہر کا جانی
تصویر کا یہ رخ بھی، زمانے کو دکھا دے

چہرے پہ ملے خون، قدم تیز بڑھائے
اک ننھی سی میت کو، کلیجے سے لگائے
یہ کون چلا جاتا ہے، گردن کو جھکائے
ماں در پہ ہے خیمے کے، کہیں دیکھ نہ پائے
فصّہ سے کہو، خیمے کے پردے کو گرا دے

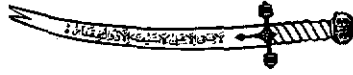


✓ سدا رہے گا حسین کا غم

سید علی محمد رضوی (سچے)

سدا رہے گا حسین کا غم
 یہ شورِ گریہ، یہ شورِ ماتم
 سنی ہوئی داستانِ ہند غم
 اک آہ بن کر ابھر رہی ہے
 وہ کربلا کی صدائے پر غم
 سدا رہے گا حسین کا غم
 اٹھے جو ظلم و ستم کے جھوٹے
 سوال یہ تھا کہ کون روکے؟
 حسین ابنِ علیؑ کے در پر
 جہی ہوئی تھی نگاہِ عالم
 سدا رہے گا حسین کا غم
 بڑھا جو حد سے غرورِ باطل
 تڑپ اٹھا پھر حسین کا دل
 چلا حرم کو وطن سے لے کر
 ردائے زینب بنا کے پرچم
 سدا رہے گا حسین کا غم
 اصولِ فکر و عمل کو موڑا
 یزیدیت کے فسوں کو توڑا

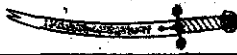
ہر ایک دیوارِ ظلم ڈھا کر
 بنا گیا دیں کا قصرِ محکم
 گا حسین کا غم
 جفاؤں کا دل ہلا کے اٹھا
 جو قہرِ اصغر بنا کے اٹھا
 جواں کی میت پھنس کر
 بدل گیا فکرِ نسلِ آدم
 گا حسین کا غم
 سنبھل کے ٹوکے ہمیں زمانہ
 گزر گیا دورِ تازیانہ
 بغور سن لیں جہاں والے
 اب اس علم کے ہیں پاساں ہم
 گا حسین کا غم
 جو اشکِ پلکوں سے ڈھل رہے ہیں
 وہ ظلم کا رُخ بدل رہے ہیں
 یہ آہ و شیون کی اس فضا میں
 گھٹا گھٹا سا ہے کفر کا دم
 گا حسین کا غم
 نہ رُک سکی ہے نہ رُک سکے گی
 صدائے مظلوم کیا رُکے گی
 ہر ایک دھڑکن سے دل کی اپنے
 ابھر رہی ہے صدائے ماتم
 گا حسین کا غم



ہے تصور میں مرے آمنہ کا لخت جگر

سید علی محمد رضوی (پتے)

ہے تصور میں مرے آمنہ کا لخت جگر
 نور ہی نور ہے پھیلا ہوا تاحدِ نظر
 مجھ کو آتی ہے ہنسی ذہنیت انساں پر
 اپنا جیسا ہی سمجھ بیٹھے محمدؐ کو بشر
 مرے ان کے تصور میں کہاں آئیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
 نورِ اسلام سے بھٹکے ہوئے اے پروانوں!
 رحیمہ حیدر صفر کو بھلا کیا جانو
 ان کو اللہ سے نسبت ہے انھیں پہچانو
 ہے محمدؐ پہ یقین تو انھیں مولا مانو
 انکے صدقے میں گناہ بخش دیئے جائیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
 تمہد میں کلمہ اژدر کے کئے دو ٹکڑے
 کچھ بڑھے مرچ و غتر کے کئے دو ٹکڑے
 کھینچ لی تیغ تو لشکر کے کئے دو ٹکڑے
 کاٹ ایسی کہ برابر کے کئے دو ٹکڑے
 حشر تک لوگ شجاعت کی قسم کھائیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے



تج کے سائے میں سوکر جو سپاہی اٹھا
بن کے اعداؤ کے ارادوں کی تباہی اٹھا
لے کے اک ولولہ دین پناہی اٹھا
دستِ حق میں لئے مرضی الہی اٹھا

حق اُدھر ہوگا جدھر اس کے قدم جائیں گے

ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

مرحمت اُوروں کو خیر میں علم فرمایا
تین دن لشکر اسلام پلٹ کر آیا
فتح خیر کو محمدؐ نے جو مشکل پایا
دے کے حیدرؑ کو علمِ خلق کو یہ بتلایا

جب بھی کام آئیں گے مشکل میں علیؑ آئیں گے

ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

لے کے احمدؑ سے علمِ رن کو علمدار چلا
نصرتِ حق کے لیے حق کا وفا دار چلا
غیر فرار چلا، حیدرؑ کزار چلا
کہہ دے مرحب سے کوئی اب ذرا تلوار چلا

پر بھی جبریل کے حائل ہوں تو کٹ جائیں گے

ہم آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

بڑھ کے ترار نے پتھر پہ علم گاڑ دیا
دیکھ کر فوجِ ذرہ پوش کو نعرہ یہ کیا
نام حیدرؑ تھا لڑکپن میں مری ماں نے رکھا
مانتی ہے مری تلوار کا دنیا لوہا

انگلیوں پر درِ خیر کو اٹھا لائیں گے

ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے

آگیا یاد مجھے کرب و بلا کا منظر

تشریح



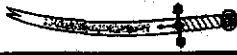
یا علی کہہ کے بڑھے جاتے ہیں زینب کے سپر
خوف سے کانپ اٹھا اہل جفا کا لشکر
تن کے فرمانے لگے، ہے سپر سعد کدھر

سرکٹادیں کے یا سرکٹ کے لے جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
آمد حضرت عباسؓ میں کرتا ہوں رقم
مہ توحیدؓ کرار ہے سرتابہ قدم
مشک کاندھے پہ ہے ہاتھوں میں محمدؐ کا علم
بولے لکار کے اے شہر تری فوج ہے کم

ایک حملے میں پرے فوج کے کٹ جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
پھر یہ نعرہ کیا مجھ کو مرے بابا کی قسم
اب لہو برسے گا تپتے ہوئے صحرا کی قسم
جس پہ قبضہ ہے تمھارا اسی دریا کی قسم
میں ہوں عباسؓ تو مجھ کو مرے آقا کی قسم

حشر تک یاد رہے جنگ وہ کر جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
روح احمدؑ کی قسم خالق یکتا کی قسم
فرش خاکی کی قسم، عالم بالا کی قسم
آج بھی عظمت اسلام کی کھاتا ہوں قسم
پیارے بچوں کی قسم بالی سکیٹھ کی قسم

خون کا دریا بھی ہو آگے تو اتر جائیں گے
ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
پیونچے ساحل پہ جو عباسؓ بھگا کر لشکر
دیر تک روتے رہے کر کے نظر پانی پر



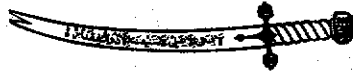
سطح آب پہ آیا جو تصور میں نظر
 پیاسے بچوں کو لئے پیاسی سکیئہ در پر
 منتظر ہے کہ چچا رن سے ابھی آئیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
 شب کو اٹھتا ہوا مادر کا جنازہ دیکھا
 ظلم کے تیروں میں تابوت حسن کا دیکھا
 ہائے اس زینب مغموم نے کیا کیا دیکھا
 رن میں بے گورو کفن بھائی کا لاشا دیکھا
 یہ نہ سمجھی تھی کہ عباس بھی تڑپائیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
 فتح مندی پہ ادھر شکرِ خدا ہوتا ہے
 گھر میں احمد کے ادھر حشر بپا ہوتا ہے
 دل کی تسکین کے لیے ظلم نیا ہوتا ہے
 نعل بندی کا ادھر حکم عطا ہوتا ہے
 یہ عدو لاش پہ گھوڑے ابھی دوڑائیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے
 کربلا میں انھیں آنکھوں نے یہ منظر دیکھا
 حلقِ سروٹ پہ رواں ظلم کا جھنجر دیکھا
 نوکِ نیزہ پہ بلند ہوتا ہوا سر دیکھا
 بعد قتل شہید دیں جلتا ہوا گھر دیکھا
 دیکھنا، سر سے عدو چادریں لے جائیں گے
 ہم تو آواز پہ آواز دیئے جائیں گے



✓ جز خدا کوئی نہیں ہے اپنے سر پر دوسرا

سید علی محمد رضوی (پتے)

جز خدا کوئی نہیں ہے اپنے سر پر دوسرا
 ہے سہارا آل کا بعد پیہر دوسرا
 بند ہے کعبہ کا در تو کیا ہوا بنت اسد
 گھر کا مالک خود بنالے گا نیا در دوسرا
 وہ تو اعلیٰ تھے، علیٰ تھے، نور حق تھے، نور تھے
 لا نہیں سکتا زمانہ، آج قنبر دوسرا
 فصل سے وہ مانتے ہیں، اور بغیر فصل ہم
 اُن کا حیدر دوسرا ہے، اپنا حیدر دوسرا
 ماتم شیر نے بخشی ہے، یہ عظمت مجھے
 چشم نم میں میں لئے پھرتا ہوں، کوثر دوسرا
 بھاگتی جاتی ہیں فوجیں، بڑھتے آتے ہیں حسین
 بھیج اے ابن زیاد، اب کوئی لشکر دوسرا
 وہ در کوفہ سے لکراتی ہیں، فوجیں شام کی
 ڈھا رہا ہے فاطمہ کا لال، خیبر دوسرا
 واہ رہے صبر حسینی، واہ رہے عزم حسینی
 بعد اکبر لارہے ہیں، رن میں دلبر دوسرا
 کون ہے جو بڑھ کے روکے، تیر کا برچھی کا دار
 اب نہ اصغر ہے زمانے میں، نہ اکبر دوسرا



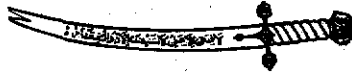
یا علیؑ کہو بڑھاؤ پھر قدم

سید علی محمد رضوی (سچے)

یا علیؑ کہو، بڑھاؤ پھر قدم
 ہے کوئی، جہاں میں ایسا شہسوار
 ہے کوئی، جو روک لے علیؑ کا وار
 اور بھی ملی، کسی کو ذوالفقار
 اور بھی کوئی ہے، مولودِ حرم
 وہ علیؑ، جو شاہِ مشرقین ہے
 وہ علیؑ، جو فاتحِ حنین ہے
 جس کا ایک، لاڈلا حسین ہے
 زندگی کا حاصل ہے، جس کا غم
 لاکھ کے مقابلے میں، صرف چند
 سر کٹا کے بھی ہیں آج، فتحِ مند
 کربلا میں جو ہوا تھا، سر بلند
 پھر اٹھاؤ دوستو وہی علم
 وہ علم، جو حق کا پاسبان ہے
 وہ علم، جو کربلا کی جان ہے
 وہ علم، جو فتح کا نشان ہے
 علیؑ کے، لاڈلوں کے خون سے ہے غم
 حوصلہ بٹھا، فاطمہؑ کے لال کا
 رخ پہ، شائبہ نہ تھا ملال کا



شکر کر رہا تھا، ذوالجلال کا
 نوجوان لال، توڑتا تھا دم
 دیکھ کر کر بلا کے، دیکھ شہ سوار
 موت پر جھپٹ رہے ہیں، بار بار
 روکتے میں دل پہ، برچیوں کے وار
 کر رہے ہیں، خون سے داستاں رقم
 مختصر سے لوگ، مختصر سی جنگ
 پیر و نوجواں، صغیر ایک رنگ
 کس قدر تھے دل قوی، ہے عقل رنگ
 تین دن کی پیاس میں، یہ دم یہ خم
 حال کیا کروں، حبیب کا بیاں
 جس قدر ضعیف، اس قدر جواں
 باندھ کر کمر کو، جب ہوئے رواں
 راستہ دیا اجل نے، ہو کے خم
 اک صغیر بھی تھا، اس سپاہ میں
 رہ سکا نہ وہ بھی، خیمہ گاہ میں
 ہو گیا شہید، حق کی راہ میں
 حوصلہ بڑا تھا گو کہ، سن تھا کم

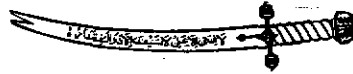


یونہی جب ذکر کہیں شہ کا چھڑا آپ سے آپ

سید علی محمد رضوی (ہجے)

یونہی جب ذکر کہیں شہ کا چھڑا، آپ سے آپ
 آگئی گھنچ کے وہیں کرب و بلا آپ سے آپ
 بہر تلقین علی آئیں گے، بالیں پہ مری
 قبر میں آئے گی، جنت کی ہوا آپ سے آپ
 وہ چلیں بنتِ اسد، کھل اٹھی دیوارِ حرم
 درِ نیا کعبہ میں تیار ہوا، آپ سے آپ
 کر بلا چھوڑ کے جنت کی کریں کیوں خواہش
 یہیں آجائے گی جنت بہ خدا، آپ سے آپ
 کتنے ہو جاتے ہلاک، آپ جو ہوتے نہ علی
 ہو کے مجبور زمانے نے کہا، آپ سے آپ
 اتفاقاً جو ہٹی چہرہ اکبر سے نقاب
 اشقیا پڑھنے لگے صل علی، آپ سے آپ
 حق کہیں چھین کے ملتی ہے، جہاں میں رفعت
 یوں تو بن بیٹھا تھا فرعون، خدا آپ سے آپ
 اللہ اللہ، وہ اصغر کا، جہاد اکبر
 رکھ دیا نوک پہ ناوک کی گلا، آپ سے آپ
 اُس طرف گھوڑے سے عباسؓ، ترائی میں گرے
 اِس طرف گر گئی زینبؓ کی رِدا، آپ سے آپ

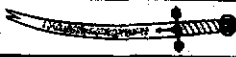
کھینچ کر سینہ اکبر سے سناں چُپ تھے حسینؑ
ہاں مگر ہلتا رہا عرشِ غلا، آپ سے آپ
بنتِ زہرا کو اگر شک ہے، یہ بولے انصار
حکم دیں، کاٹ لیں ہم اپنا گلا، آپ سے آپ



مولا مرا حسینؑ ہے، آقا مرا حسینؑ

سید علی محمد رضوی (تجے)

مولا مرا حسینؑ ہے، آقا مرا حسینؑ
بر تر نبیؐ کی ذات سے، کوئی بشر نہیں
بعد از نبیؐ، علیؑ کی ولایت پہ ہے یقین
کرب و بلا کی خاک سے، کرتا ہوں مس جبیں
قبلہ مرا حسینؑ ہے، کعبہ مرا حسینؑ
ہر رنگ و نسل و عہد پہ جاری ہے، جس کا غم
کرتا ہوں اُس کے در پہ، جبینِ نیاز خم
یارب اُسی کا ذکر ہو، لب پر جو نکلے دم
آنکھوں میں اشکِ غم ہو، زباں پر ہو یا علیؑ
ٹکرا رہا تھا دین سے، شاہی کو میر شام
اسلام دے رہا تھا صداءِ المدد امام
اٹھا پسر بتوں کا، لے کر علیؑ کا نام



ٹوٹا یزید کا بھرم، چھا گیا حسین

سر کے نہیں قدم، سر، میدان سر گیا

ہنسا ہوا ہر ایک جری، رن میں مر گیا

بتلاؤ، کون ظلم کے، خنجر سے ڈر گیا

اڈل شہید جز، ریاحی سے تا حسین

اتنا جری تھا، لال علی کا خدا گواہ

دفا کے لاش اصغرؑ بے شیر، کی نہ آہ

رخ پر شکن بھی آئی، نہ اللہ کی پناہ

عاشور کو وہ رن میں، ترا حوصلہ حسین

وہ وقت عصر، اور میدان کربلا

اکھڑی ہوئی وہ سانس، وہ خنجر لعین کا

تارِ نفس سے کاٹ گیا، ظلم کا گلا

صلیٰ علی نبی کے پسر، مرجا حسین

آل نبی کے علم و فرست میں، کیا کلام

کر کے گئے تھے خطبہ زینبؑ، کا اہتمام

کرب و بلا کی صبح، شہادت سے تابہ شام

مٹا گیا یزید، ابھرتا گیا حسین

چالیں دن پڑی جو رہی، لاش بے کفن

تھنچ و سنان و تیر سے چھائی تھا، جس کا تن

کچلا گیا ہے گھوڑوں کی ٹاپوں سے، جو بند

اے کلمہ گو نبی کا ہے یہ لاڈ لا حسین



علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

(سید علی محمد رضوی (تجے)

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ
 علیؑ کے ذکر کو، آپ بقا سمجھتے ہیں
 ہم آپ ان کی، فضیلت کو کیا سمجھتے ہیں
 خدا سمجھتا ہے، یا مصطفیٰؐ سمجھتے ہیں
 نہیں سمجھتے جو ان کو، خدا سمجھتے ہیں

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ
 خدا نہیں ہے، مگر وجہ کردگار تو ہے
 یہ دو جہاں میں، خدائی کا، اعتبار تو ہے
 جہاں میں دوش پیمبرؐ کا، شہسوار تو ہے
 رضائے حق پہ انھیں پورا، اختیار تو ہے
 علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ
 اُحد کی جنگ میں، دیکھے عجب عجب کردار
 کہیں ہے ذکر شجاعت، کہیں ہے ذکر فرار
 زمیں سے تابہ فلک، ہے علیؑ کی پکار
 اتر رہے ہیں ملائک، لئے ہوئے تلوار
 علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسینؑ حسینؑ

سمجھ سکا نہ زمانہ، مقام اہلیت
 کلام حق ہی سمجھے، کلام اہلیت

جگہ جگہ پہ سناؤ، پیامِ اہلبیت
کرو جہان میں رائج، نظامِ اہلبیت
علیؑ علیؑ ہے زباں پر کبھی حسین حسین

یہ وہ نہیں، جنہیں دنیا خرید سکتی ہے
یہ وہ ہیں، جن کے تصدق میں غلٹ پلتی ہے
سنیں وہ، جن کو محبت علیؑ کی چلتی ہے
قدم سے اُن کے، شریعتِ نبیؐ کی چلتی ہے
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسین حسین

نبیؐ کے ساتھ، جو رہتے تھے اس زمانے میں
وہی تھے، آلِ محمدؐ کا گھر جلانے میں
کچھ ایسے نام بھی، شامل ہیں اس فسانے میں
جواب آتا ہے، اب تک ہمیں بتانے میں
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسین حسین

دُعائے فاطمہؑ زہرا ہے، جب تلک قائم
نہ رُک سکے گا کسی سے حسین کا ماتم
نئے زمانہ، ہے جب تک ہمارے دم میں دم
رکھیں گے یونہی بلند، ہم حسینؑ کا پرچم
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسین حسین

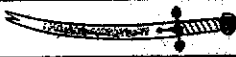
کسر کسی نے نہ چھوڑی، ہمیں مٹانے میں
خدا ہی اپنا محافظ تھا، ہر زمانے میں
یہ روک ٹوک ہے کیوں شہد کا غم منانے میں
بزید کیا ابھی زندہ ہے اس زمانے میں
علیؑ علیؑ ہے زباں پر، کبھی حسین حسین



یہ سیدہ ہے باغِ نبوت کا پھول ہے

سید علی محمد رضوی (تجے)

یہ سیدہ ہے، باغِ نبوت کا پھول ہے
 کارِ پیغمبری میں، شریکِ رسول ہے
 اس در کو پا کے، خواہشِ جنتِ فضول ہے
 جنت تو اہلیت کے، قدموں کی دھول ہے
 شامل ہے ان کا نام، عبادت کے رکن ہیں
 ان پر درود ہے تو، عبادتِ قبول ہے
 اک اک ادا ہے، سانچہ حق میں ڈھلی ہوئی
 ہر ہر عمل پہ، آئیے حق کا نزول ہے
 دل میں نہیں گر، ان کی موڈت تو با خدا
 روزہ نماز، حج و زیارت، فضول ہے
 حجتِ خدا کی، دین کا محافظ او ابنِ سعد
 بیعت کرے یزید کی، یہ تری بھول ہے
 خیر کشا کے لال، کی طاقت تو دیکھئے
 اصغر کی لاش ہاتھوں پہ، مانند پھول ہے
 کھو دو گی تم چچا کو، کبھی سمجھاتے تھے حسین
 پانی کی آس، دیکھو سیکنہ فضول ہے
 انصارِ باوفا ہو، کہاں آؤ اے حبیب
 تنہا عدو کی فوج میں جان، بتول ہے



اکبرؑ رہے، نہ قائم و عباسؑ رہ گئے
بولے حسینؑ، اب میرا جینا فضول ہے



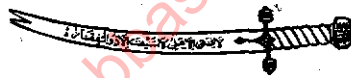
جب کبھی فرشِ عزا، شبہؑ کی بچھا دیتے ہیں

سید علی محمد رضوی (تجے)

جب کبھی فرشِ عزا، شبہؑ کی بچھا دیتے ہیں
دل کے جذبات کو، پلکوں پہ سجا دیتے ہیں
عرش سے روکے فرشتے، یہ ندا دیتے ہیں
سو گواروں تھیں، یہ سجاؤ دعا دیتے ہیں
یونہی، قائم رہے، اکبرؑ کی جوانی کا الم
یونہی، سجتے رہیں ہر سال، وفا کے پرچم
یونہی، ہوتا رہے شہیدؑ کا، ہر سو ماتم
اجرِ اُلفت کا یونہی، اہلِ ولا دیتے ہیں
زندگی کیا ہے، حقیقت میں غمِ شاہِ ہدا
جس کے پیانے میں، تلّتی ہے سزا اور جرا
دیکھ کر خُرخ کے مقدّم کو سبق لے دنیا
ایسے بگڑی ہوئی تقدیر بنا دیتے ہیں
کون ہے، آلِ محمدؐ سے کسے پیار نہیں
دل میں اُلفت ہو، تو رونے میں کوئی عار نہیں
آلِ احمدؑ کی کیا، اتنے کی کبھی حق دار نہیں
اشکِ دوچار تو غیر آکے، بہا دیتے ہیں



ٹوکنے والے، مناکر غم شیر تو دیکھ
 اُلفتِ سبطِ پیمبر کی، یہ تاثیر تو دیکھ
 چند اشکوں کی عوض، خلد کی جاگیر تو دیکھ
 اشک یہ نارِ جہنم کو بجھا دیتے ہیں
 کیوں ہے مایوس، کبھی مانگ کے دیکھ اس گھر سے
 موت بھی آئی، تو خالی نہ گئی اس در سے
 بھر دیا گود کو، سروڑ نے بہتر سر سے
 یہ نخی وہ ہیں طلب سے بھی، سوا دیتے ہیں
 غم میں شیر کے منہ، اشکوں سے دھونے والے
 جانِ زہرا کے لیے، جان کھونے والے
 آ، ادھر آمرے شیر، کو رونے والے
 میرِ کوثر، لبِ کوثر یہ صدا دیتے ہیں



المدد المدد، یا علی یا علی

سید علی محمد رضوی (سچے)

المدد المدد، یا علی یا علی

چاہتا ہے جہاں، تیرا در چھوڑ دوں
 رُخ سوئے در کعبہ سے، میں موڑ لوں
 حق ہے حق کی قسم، میں اگر یہ کہوں
 تو مرا دین ہے، تو مری زندگی
 المدد المدد، یا علی یا علی



کس طرح میں، یہ عہد وفا توڑ دوں
بت کی پوجا کروں، بت شکن چھوڑ دوں
سو دفعہ میں مروں، سو دفعہ میں چوں
پھر بھی چھوڑوں نہ، میں تیرا دامن کبھی

یا علی یا علی المدد المدد

کتنی دشوار ہو، کتنی ہی پر خطر
کچھ نہیں خوف مجھ کو، نہیں کوئی ڈر
تو ہو بالیں پہ گر، اے مرے راہبر
موت اپنالوں میں، چھوڑ دوں زندگی

یا علی یا علی المدد المدد

خالق دو جہاں، یا خدا، یا خدا
اشرف الانبیاء، مصطفیٰ، مصطفیٰ
ہم تو کہتے ہیں، کہتے رہیں گے سدا
تو نبی کا وحی ہے، خدا کا ولی

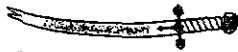
یا علی یا علی المدد المدد

مومنوں میں ترا ذکر، دن رات ہے
ہر فرشتہ کے لب پر، تری بات ہے
مرحبا! مکن ایمان، تری ذات ہے
ہے شفاعت کی ضامن، تری دوستی

یا علی یا علی المدد المدد

تو ہی تو ہے، نظر پھر رہی ہے جدھر
تجھ میں خالق کی ہے، ہر صفت جلوہ گر
نور تیرا، ہویدا تھا افلاک پر
منزل آب و گل، میں تھے آدم ابھی

یا علی یا علی المدد المدد



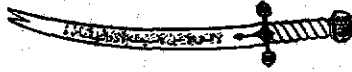
میرے خیبر کشا، اے شہرِ لافتی
خیبر و بدر و خندق کا ہے ذکر کیا
جب کبھی کفر، تیرے مقابل ہوا
تو بڑھا، بڑھ کے اس کی کمر توڑ دی
یا علی یا علی المدد المدد

رنگ چہروں کے یکسر بدل جاتے ہیں
اپنی ہی آگ میں، آپ جل جاتے ہیں
دشمنوں کے کلیجے، دہل جاتے ہیں
جب لگاتے ہیں، ہم نعرۂ حیدری
یا علی یا علی المدد المدد

لاکھوں تسلیم مولا، ترے نام پر
ہے حکومت تری، صبح پر شام پر
جب کبھی وقت پڑتا ہے، اسلام پر
خود محمدؐ بھی پڑتے ہیں، ناد علی
یا علی یا علی المدد المدد

اے زہے بندگی، ایسا سجدہ کیا
تو نے حق عبادت، ادا کر دیا
پھر مکرم نہ کیوں ٹھہرے، سجدہ ترا
خانہ حق میں، تیری شہادت ہوئی
یا علی یا علی المدد المدد

جتنی مشکل پڑی، ہنس کے سب ٹال دی
شکر حق کا کیا، ہر نفس ہر گھڑی
اٹھ سکی جب نہ میت، جواں لال کی
شہدؔ نے سوئے نجف، مڑ کے آواز دی
یا علی یا علی المدد المدد

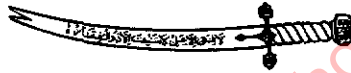


خون برسا، نہ برسا تھا نہ بادل بر سے

سید علی محمد رضوی (بچے)

خون برسا، نہ برسا تھا نہ بادل بر سے
 ایک ایک قطرے کو پانی کے، شہ دیں تر سے
 پیاس جب حد سے بڑھی، روکے سیکنے نے کہا
 دور کتنی ہے چچا نہر، بتاؤ گھر سے
 غش میں غنچہ دہن، پیاس سے اینٹھی ہے زباں
 چونک کر روئیں، تو کیا کہہ دوں علی اصغر سے
 ہم کفن باندھ کے آئے سر میداں سر سے
 روک سکتا ہے ہمیں، کون غم سروڑ سے
 عاشق سہل نبی خون، کو ارزاں کر دے
 آزمائے گا زمانہ، ترے جذبے سر سے
 حق و باطل کا ہو کراؤ، تو دل لڑتے ہیں
 جنگ یہ جیتی نہیں جانی، کبھی لشکر سے
 ظلم پھر ظلم ہے، کس کس کی زباں رو کو گے
 لب ہوں خاموش، تو آتی ہے صدا خنجر سے
 اب کہاں خاک پہ بیٹھی ہو، سیکنے اٹھو
 کون آیا ہے پلٹ کر، جو گیا زن گھر سے
 بعد شبیر، سیکنے کا، عجب عالم تھا
 کبھی روتی تھی، تو چونک اٹھتی تھی، گاہے ڈر سے
 گھر کیاں شمر کی کھائیں، جو کیا باپ کو یاد

کان کے درد سے روئی، تو طمانچے بر سے
 ابھی شیر ہے زندہ، وہیں ٹھہرا زینب
 تم کو اکبر کی قسم، تم نہ نکلتا گھر سے
 میرے نانا کے مدینے تجھے زینب کا سلام
 ٹھوکریں کھا کے پلٹ آئی ہوں میں درد سے
 ایک دن آئے گا ہوئے گا پشیاں جہاں
 آئے گی ہائے حسین کی صدا گھر گھر سے

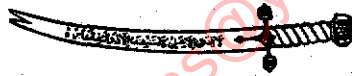


آ جاؤ اب آ جاؤ، اب آ جاؤ سکیں

سید علی محمد رضوی (بچے)

آ جاؤ اب آ جاؤ، اب آ جاؤ سکیں
 بانو کی صدا تھی، کہ نہ تڑپاؤ سکیں
 اب مجھ سے جدائی کا الم، اٹھ نہ سکے گا
 یوں روٹھ کے مادر سے، نہ تم جاؤ سکیں
 پھر پیار سے ماں کہہ کے پکارو، مری دلبر
 اماں کو نہ اس طرح سے، تڑپاؤ سکیں

اصغر کی جدائی، علی اکبر کی جدائی
 کافی ہے، نہ اب تم مجھے، رُلاؤ سیکنہ
 کیا مجھ سے خطا ہوگئی، کیوں روٹھ گئی ہو
 اس غمزدہ مادر کو یہ، بتلاؤ سیکنہ
 یہ سچ ہے بہت قید، میں دکھ تم نے اٹھائے
 لو باپ کی آغوش میں، سو جاؤ سیکنہ
 کانوں سے لہو بہتا ہے رخسار ہیں نیلے
 یہ شکل نہ عباس کو دکھلاؤ سیکنہ
 لپٹا کے کلیجہ سے، دعائیں مری کہنا
 اک منہی سے تربت، ہو کہیں پاؤ سیکنہ



رشک جنت ہے یہ سرزمین وفا

سید علی محمد رضوی (تجے)

رشک جنت ہے یہ سرزمین وفا
 خونِ معصوم سے اس کو سینچا گیا
 سو رہا ہے یہاں دلیرِ فاطمہ
 آنکھ بھر آئی جب اس کی یاد آگئی
 کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی



آنکھ نیچی رہے سر رہیں جس کے خم
کم نہیں تھے حرم، ہے یہ دشت ستم
سر کھلے یاں سے گزرے ہیں اہل حرم
گھر کیاں کھاتی، روتی سیکند گئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

ذّرہ ذّرہ سے اک داستانِ الم
خون ہی خون بکھرا ہے تابہ حرم
اے دل ناتواں رکھ سنبھل کر قدم
سیدہ یاں سے ہے پا برہنا گئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

گودیوں میں نبی زاد یوں کے پلے
جان دینے پہ اس طرح سے تھے تلے
رکھ دیئے خشک ریتی پہ پیاسے گلے
برشِ خنجرِ ظلم شرما گئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

رنج و غم جن کے گزرے نہ تھے پاس سے
تین دن تک ترپتے رہے پیاس سے
شاہ دیکھا گئے حسرت و پاس سے
ہر کلی باغِ زہرا کی گھملا گئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

شام سے جبکہ پلٹا ہوا قافلہ
منزلیں مارتا پہنچا کرب و بلا
گر کے ناقہ سے زینب نے دی یہ صدا
قید سے چھٹ کے بھیا بہن آگئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

ہائے زینب کہاں اور کہاں ریسماں
منہ چھپانے کو بتلاؤں جاؤں کہاں
مجھ سے چھپتے نہیں بازوؤں کے نشاں
قید ہونے سے پہلے نہ موت آگئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

تھا یہیں میرے اکبر کو نیزہ لگا
حلقِ اصغر یہیں تیر سے تھا چھدا
ہاں اُسی خاک پر تھا سرِ شہید کُنا
یہ زمیں سارا کنبہ مرا کھا گئی

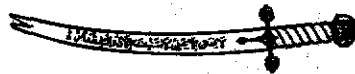
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

تم کو عون و محمد کا بھی ہے پتا
تر ہوا یا ابھی خشک ہی ہے گلا
کب سے جھکتی ہوں دونوں کا میں راستہ
سارا دن کٹ گیا اب تو رات آگئی

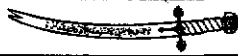
کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی

اب جو پھر کے یہاں سے وطن جاؤں گی
مہ لقا کیا ہوا کیسے سمجھاؤں گی
کس طرح میں یہ صغریٰ کو بتلاؤں گی
تیرے اکبر کو رن میں قضا آگئی

کربلا ، کربلا ، کربلا آگئی



جب سمجھتے ہو نبی کو بھی تم اپنا جیسا



سید علی محمد رضوی (رحمۃ اللہ علیہ)

جب سمجھتے ہو نبیؐ کو بھی تم اپنا جیسا
پھر وراثت میں نبوت کی یہ جھگڑا کیسا
دین کے نام پہ دیتے تھے دنیا کو عروج
کھیل اس آڑ میں کھلا گیا کیسا کیسا
یہ نبوت نہیں امت کی امامت ہے خلیلؑ
اس میں شامل نہیں ہوتا کوئی ایسا ویسا
کلمہ گو ہو کے اٹھائے جو نبیؐ زادی کا دل
اے مسلمان بتا ہم اُسے سمجھیں کیسا
ایسے اسلام کو میں دُور سے کرتا ہوں سلام
جس میں ظالم مظلوم کا انجام اک سا
ایک ایک قطرہ کو پانی کے لیے ترسی ہے
وقت اک آلِ محمدؐ پر پڑا ہے ایسا
باپ نے کھودی ہے خود، اپنے پر کی تربت
دشمنوں پر نہ پڑے وقت، خدایا ایسا

یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

سید علی محمد رضوی (رحمۃ اللہ علیہ)

یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے
چھک گئی ہے دیار، شہہؑ پہ جبیں
ہوگا آقا جہاں، غلام وہیں
ہم کو خوف، پُل صراط نہیں
یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے



ہم ہیں سرشار، اُن کی الفت میں
 جو بلند ہیں، نگاہِ قدرت میں
 یہ یقین ہو چکا، ہیں جنت میں
 ہیں گناہ گار مگر جائیں گے
 یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے
 حُبِ آلِ نبیؐ کے جامِ پئے
 نورِ ایمان کی، روشنی میں جئے
 رہ گئے جو، فقط کتاب لئے
 اُن سے پوچھو، وہ کدھر جائیں گے
 یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے
 لوٹنے والوں، سیدہ کا چین
 یاد رکھنا، شکستِ بدر و حنین
 کثرتِ فوجِ اشقیاء، سے حسین
 سمجھتے کیا ہو کہ، ڈر جائیں گے
 یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے
 فخرِ سردارِ انبیاء، ہے حسینؑ
 میرِ شہدائے کربلاء، ہے حسینؑ
 حق کا معیار بن گیا، ہے حسینؑ
 حق اُدھر ہوگا جدھر، جائیں گے
 یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے
 حق کا گہڑے نظام، ناممکن
 بے احمدؑ کا نام، ناممکن
 کرے بیعتِ امام، ناممکن
 موتِ آسان ہے، مرجائیں گے
 یا علیؑ کہہ کے، گزر جائیں گے

کیا رکھا ہے، غرورِ باطل میں
وہ پڑے ہیں، جو آج مشکل میں
دیکھنا ایک دن، وہی دل میں
ورد بن بن کے، اتر جائیں گے
یا علیؑ کہے، گزر جائیں گے

رن میں کہتے تھے، حضرت عباسؑ
آقا زادی کو، تین دن سے ہے پیاس
پاس ہے یہ، نہ ٹوٹے اس کی آس
پانی لائیں گے، یا مرجائیں گے
یا علیؑ کہے، گزر جائیں گے

ہے یہی نام، میرے دل کا چین
دل ہلا دیتے ہیں، ہمارے بین
یا علیؑ، حسینؑ حسینؑ
کھتے کہتے، یہی مرجائیں گے
یا علیؑ کہے، گزر جائیں گے

واہ اے حسینؑ، راز زندگی کو پالیا

سید علی محمد رضوی (بچے)

واہ اے حسینؑ، راز زندگی کو پالیا
پیمبروں سے جو نہ اُٹھ سکا، وہ بار اٹھا لیا
کچھ اس طرح سے بڑھ کے موت کو، گلے لگا لیا
حیات مسکرا اٹھی، اجل نے سر جھکا لیا

حسینیت! زندہ باد، پائندہ باد



موت کو حیات کر دیا، حسینؑ، مرجا
اے حسینؑ مصطفیٰؑ کے نور عین، مرجا
علیؑ کی جان فاطمہؑ کے دل کے چین، مرجا
ہر ایک زبان پر ہے شاہ مشرقین، مرجا

حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد

ظلم و جور ختم ہو گئے گزر گیا یزید
ظلم خود ہے دم بخود وہ کام کر گیا یزید
کس طرف گئے حسینؑ اور کدھر گیا یزید
مر کے بھی بچے حسینؑ، جی کے مر گیا یزید

حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد

یزیدیت تھی اوج پر زوال پر تھا
پناہ کی تلاش میں بھٹک رہی تھی زندگی
لبوں پہ جاں تھی سانس لے رہا تھا دیں آخری
تیرے لہو سے جی گئی شریعت محمدی

حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد

عجیب طرز سے جہاں، کو درس بندگی دیا
نہا کے اپنے خون میں، خدا کا شکر ادا کیا
تڑپ تڑپ کے سامنے، جوان لال مر گیا
علیؑ کے لال نے مگر، نہ سر کو اپنے خم کیا

حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد

بجھا کے اپنے گھر کا نور، دل میں نور بھر گیا
دلوں کو سر کیا اگر چہ، دیکھنے میں سر گیا
جو گھنٹیوں نہ چل سکا، بڑے بڑوں سے بڑھ گیا
ہنسی ہنسی میں دل میں، کائنات کے اتر گیا

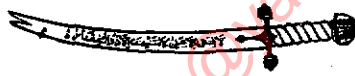
حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد

جوان لال کو، سلگتی ریت پر سلا دیا
خدا کی راہ میں، صغیر کا گلا بڑھا دیا
بڑھا جو اور ظلم، تو خود اپنا سر کٹا دیا
یزیدیت کو حشر تک نگاہ سے گرا دیا

حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد

لبوں پہ پھیر کر زبان، اک سوال بن گیا
پدر کے ہاتھ پر، جوان نونہال بن گیا
دفا کی راہ میں، حسین کا کمال بن گیا
صغیر بے زبان، یزید کا زوال بن گیا

حسینیت! زندہ باد، پایندہ باد



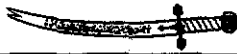
یہ رو کے کہتی تھی خواہر، حسین آجاؤ

سید علی محمد رضوی (بچے)

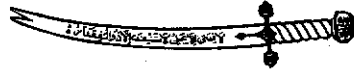
یہ رو کے کہتی تھی خواہر، حسین آجاؤ
جلا رہے ہیں عدو گھر، حسین آجاؤ

بچالو بہر پیمر، حسین آجاؤ
خیام جلتے ہیں، تنہا کھڑی ہے ماں جانی
جو خود نہ آؤ، تو اکبر کو بھیج دو بھائی

اسیر ہوتی ہے خواہر، حسین آجاؤ



کہاں ہیں، عون و محمد کو لے کے ساتھ آؤ
 فرات سے ذرا، عباسؑ کو بھی بلواؤ
 سروں سے چھتی ہے چادر، حسینؑ آجاؤ
 برہنہ سر ہوئی، بلوائے عام میں بھائی
 مرے نصیب میں لکھی تھی یہ بھی رسوائی
 غضب ہے چھن گئی چادر، حسینؑ آجاؤ
 ادھر ہیں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہر سو
 ادھر سیکڑے کے کانوں سے بہہ رہا ہے لہو
 طمانچے کھاتی ہے دختر، حسینؑ آجاؤ
 مرے مریض کو، قیدی بنانے آئے ہیں
 لعین پہنانے کو، زنجیر ساتھ لائے ہیں
 پیہر، حسینؑ آجاؤ
 ادھر حسینؑ کے سر سے، یہ آرہی تھی ندا
 شہید ہو گیا راہ خدا میں، بھائی ترا
 صدا یہ اب نہ دو خواہر، حسینؑ آجاؤ
 تم ہی کو بعد مرے، بار یہ اٹھانا ہے
 ہر ایک سمت سے، اسلام کو بچانا ہے
 نہ آئے لب پر برادر، حسینؑ آجاؤ
 صدا یہ آئی بہن، ہے سکیڑ میرے پاس
 تڑپ رہے ہیں کنارے، فرات کے عباسؑ
 نہ اب صدائیں دو خواہر، حسینؑ آجاؤ
 مری بہن، مرے وعدے کا آج کر لے پاس
 علیؑ کی بیٹی، بہت مجھ کو تیرے دم سے ہے آس
 کہو نہ بہر پیہر، حسینؑ آجاؤ

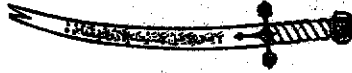


کام لیتے گر حسین ابن علی، تلوار سے

سید علی محمد رضوی (پچے)

کام لیتے گر حسین ابن علی، تلوار سے
 خون کا دریا اُبلتا دشت سے، کھسار سے
 ابنِ حیدرؑ میں تھے تیور، حیدرؑ کرار سے
 جو چڑھارِخ پر اُسے دور کر دیا، اک وار سے
 لافِ کا شور اُٹھتا، خیمہ سب بھاگتے
 وہ تو کہیے، جنگ کرنی ہی نہ تھی کفار سے
 غیظ کی بس اک نظر کافی تھی اُن کے واسطے
 جنگ کیا کرتے عدو شہدے کے علمبردار سے
 حق سرِ دربارِ گونجا فق ہوا باطل کا رنگ
 بتِ حیدرؑ ہے مخاطبِ شام کے دربار سے
 باندھ کے سر سے کفن، ٹکرا گئی آلِ نبیؐ
 ظلم سے، نفرت سے، نخوت سے، رن سے، دار سے
 حق اُبھرتا ہے جب، اُٹھتی ہے صدائے یاسینؑ
 ظلم کی رنگت بدل جاتی ہے، اس لکار سے
 حشر تک ہوتا رہے، یونہی غمِ سبطِ نبیؐ
 رونقِ مجلس ہے، ذکرِ سیدِ ابرار سے
 دے کے جانے کی رضا، رن کو حسینؑ ابنِ علیؑ
 دیر تک دیکھا کیے، اکبرؑ کی صورتِ پیار سے
 جس کا بچہ کھیلتا، ہنستا ہوا دم توڑ دے

کیا گزر جاتی ہے، پوچھ اُس ماں کے قلب زار سے
 کانپ اٹھے ارض و سما، کیا جائیے کیا کہہ دیا
 ایک بیٹی نے لپٹ کر باپ کے رہوار سے
 کس جگہ تڑپے کہاں روئے، کہاں فریاد کی
 حالت بیمار پوچھو شام کے بازار سے

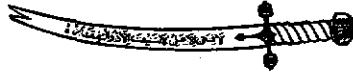


زندگی ماتمِ سروڑ کے سوا، کچھ بھی نہیں

سید علی محمد رضوی (پتے)

زندگی ماتمِ سروڑ کے سوا، کچھ بھی نہیں
 غم یہ مل جائے تو پھر آبِ بقاء، کچھ بھی نہیں
 آل کو چھوڑنے والوں کا بھی، کیا حشر ہوا
 عمر بھر سجدے کئے، اوڑھ ملا کچھ بھی نہیں
 مجھ کو پہچانو، میں عباس ہوں، حیدر کا پسر
 یہ ترائی نہ اُلٹ دی، تو کیا کچھ بھی نہیں
 ہم اگر چاہیں، تو دنیا نہ دبالا کر دیں
 بولے عباس، یہ لشکر بخدا کچھ بھی نہیں
 رو دیئے، سب ستم و جور کے بانی دن میں
 لب ہلے تو مگر، اصغر نے کہا کچھ بھی نہیں
 گھر لٹا دوں کا رہ حق میں، یہ بولے شبیر
 دین قائم رہے، اصغر کا گلا کچھ بھی نہیں
 قلب اکبر بھی ترا، دستِ برادر بھی ترا

سب تراہے مرے مالک، ہے مرا کچھ بھی نہیں
 ہے سعادت، جو ترے نام پہ کام آجائے
 میرا سر یا سر زینب کی ردا، کچھ بھی نہیں



✓ int
 رو کے کہتی تھی ماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں

سید علی محمد رضوی (بچے)

رو کے کہتی تھی ماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 اصغر بے زباں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 اب تو روتے نہیں، بولتے کیوں نہیں
 سو رہے ہو کہاں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 قید ہوتی ہوں میں، کب سے روتی ہوں میں
 بنو چکی ریسماں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 پاس دادی کے یا شہہ کی گودی میں ہو
 کچھ تو دے دونشاں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 خیمے جلنے لگے، شاہ مارے گئے
 لو اٹھیں آندھیاں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 تم نکالتے نہیں، آپ آتے نہیں
 لو چلا کارواں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں
 رن میں پلٹو گے کب، جلتے خیموں سے اب
 اٹھ رہا ہے دھواں، تجھ کو ڈھونڈوں کہاں



علی علی ہے علی علی ہے

سید علی محمد رضوی (تھے)

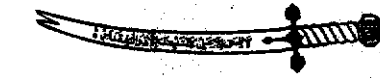
بدل رہا ہے، نظام عالم
 قدم قدم، انقلاب پیہم
 مگر ہماری زبان پہ ہر دم
 علی علی ہے علی علی ہے

یہ نام نامی، ہے اسم اعظم
 اسی سے ملتا ہے، عزم محکم
 سند ملی جس کو، لافقی کی
 وہ مرد میدان بھی، ہے علی

خدا نے تلوار جس کو، بھیجی
 نبیؐ نے جس کو دی، اپنی بیٹی
 یہ مرتبہ کس نے، اور پایا
 تھے یہ رفعت بھلا، ملی ہے

زبان آدم، یہ یا علی ہے
 زبان خاتم، یہ یا علی ہے
 وہ ابتدا تھی، یہ انتہا ہے
 ازل علی ہے، ابد علی ہے

علیؑ کا در سجدہ گاہ عالم
 یہاں پہ شاہوں کے سر بھی ہیں خم
 در علیؑ کی، ہے یہ بلندی
 جہیں ملک کی جھلکی ہوئی ہے
 میان خم وہ نبیؑ کا خطبہ
 دکھا رہے ہیں وصیؑ کا چہرہ
 ادھر بلند ہو رہے ہیں مولا
 ادھر سے آیت اتر رہی ہے
 غبارِ دل کا ہے رُخ پر چھایا
 علمِ علیؑ نے ہے، دن میں پایا
 کسی کا چہرہ، دَمک رہا ہے
 کسی کی رنگت، اُڑی ہوئی ہے
 اُٹھا کے سر، جب بھی زورِ باطل
 ہوا ہے، اسلام کے مقابل
 ادھر کہا، یا علیؑ زبان سے
 ادھر سے، فتح و ظفر ملی ہے
 نبیؑ نے، خود راستہ دکھایا
 کہ یا علیؑ، کہہ کے ہے پکارا
 علیؑ سے پھرنے کا ہے، نتیجہ
 جو آج دنیا، بھٹک رہی ہے
 نبیؑ نبیؑ ہے، دلِ ولی ہے



ابھی خنجر نہ چلا۔ ابھی خنجر نہ چلا

سید علی محمد رضوی (رحمۃ اللہ علیہ)

ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

جب گرے گھوڑے سے مقتل میں، شہہ کرب دہلا
خنجر ظلم لئے، شر ستمگار بڑھا
دی تڑپ کر درخیمہ سے، یہ زینبؑ نے صدا

ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

لوٹ مت بہر خدا، فاطمہؑ زہراؑ کا چین
ادر کچھ دیر ٹہر جا، ارے ظالم کہ حسینؑ
بخشش امت جد کی، ابھی کرتے ہیں دعا

ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

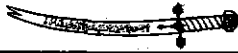
دشت غربت پر مسافر کو، ہے گھبرا ظالم
کیا بگاڑا ہے مرے بھائی نے، تیرا ظالم
کیا خطا ہے مرے بھائی کی، بتا بہر خدا

ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

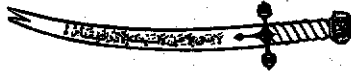
تین دن ہو گئے، پیاسا ہے نبیؐ کا جانی
ذبح کرنا ہے تو، دو گھونٹ پلا دے پانی
کند خنجر ہے میرے بھائی کا، سوکھا گلا!

ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا

بوسہ گاہ نبویؐ ہے، یہ گلا اے ظالم
شہ رگ دین پر، خنجر نہ چلا اے ظالم



چومتے تھے اسی حلقوم، کو محبوب خدا
 ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا
 چھوڑ کر خلد ذرا، فاتح خیبر آلیں
 اور کچھ دیر ٹھہر جا، کہ یمبر آلیں
 آتی ہی ہوں گی وہ، آ لینے دے اماں کو ذرا
 ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا
 شہ رگ دین پہ، چلتا ہوا خنجر دیکھیں
 آ کے زہرا و نبی بھی تو، یہ منظر دیکھیں
 دور ہے راہ نجف، آتے ہی ہونگے بابا
 ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا
 کہے دیکھے گی تمہیں، توڑتے دم مانجائی
 کیا کروں جاؤں کہاں، کس کو پکاروں بھائی
 یا الہی مجھے شبیر سے، پہلے لے اٹھا
 ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا
 ہائے کس دل سے کروں، تذکرہ جور و جفا
 کٹ گیا سامنے زینب کے شہہ دین کا گلا
 چیختی رہ گئی زینب، سر مقتل پہ خدا
 ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا
 ابھی خنجر نہ چلا، شہر ٹھہر جا ظالم
 ابھی سجدہ میں ہے مشغول، نمازی رک جا
 ابھی خنجر نہ چلا، ابھی خنجر نہ چلا



کر بلا میں تشنہ لب ہے آج وہ تقدیر سے

سید علی محمد رضوی (بچے)

کر بلا میں تشنہ لب ہے، آج وہ تقدیر سے
 پرورش پائی ہے جس نے، فاطمہ کے شیر سے
 کاش مل جاتا کہیں، عباس کو اذن جہاد
 کاٹ لاتے نہر، خیمہ گاہ تک شمشیر سے
 سر جھکائے چل رہے ہیں، سید سجاد چپ
 سحر ماتم اٹھ رہا ہے، پاؤں کی زنجیر سے
 کہتی تھی رو رو کیئے، ہائے میں ڈھونڈوں کہاں
 رُوٹھ کر کس جا، علی اصغر گئے ہمیشہ سے
 یاد جب بچے کی آتی تھی، تو کہتی تھی رباب
 دن میں اصغر تک کھیلیں گے، یارب تیر سے
 لاش اصغر کی لیے گودی میں کہتے تھے حسینؑ
 کیا ہوا یہ کیا کہوں گا، مادرے شبیر سے



حق پہ جیو، حق پہ مرد

سید علی محمد رضوی (نچے)



حق پہ جیو، حق پہ مرد
ظالم کی صحبت میں جینا ذلت ہے کلمہ گویو
حق پہ جیو، حق پہ مرد
دے گئے یہ پیغام، شہید کرب و بلا
حق پہ فنا ہو جانے میں، ہے راز بقا
سر کو کٹانے میں عزت ہے، سر نہ جھکا
ذلت سے جینے سے بہتر ہے عزت کی موت مرد
حق پہ جیو، حق پہ مرد
عزت کی اک پھانس، ملے تو نعت ہے
ذلت کی ہر سانس، مسلسل لعنت ہے
کلمہ حق کہنے میں، اور ہی لذت ہے
جابر سے جابر سلطان کے آگے حق کی بات کہو
حق پہ جیو، حق پہ مرد
مسجد نبوی سے ملحق تھے، جن کے گھر
بند ہوا اک در کے سوا، ہر اک کا در
اے اہل اسلام، تعجب ہے اس پر
جس کو کھلا رکھا حق نے، اس در ہی سے منھ موڑتے ہو
حق پہ جیو، حق پہ مرد
ناحق ہم ناداروں پر، یہ تہمت ہے



علم خدا ہے اور نبی کی سنت ہے
جھوٹوں پر قرآن نے، بھیجی لعنت ہے
ہم کو کہنے سے پہلے، قرآن سے آیت حذف کرو

حق چو حق پہ مرد

ساتھ نبی کے، رہتے تھے اصحاب کئی
ان میں مومن بھی تھے، اور منافق بھی
غور کر کچھ عقل کی، ہے یہ بات کوئی
سب کو راہ حق پر سمجھو، ہر اک کی تعظیم کرو

حق چو حق پہ مرد

جاہل سے ہے، ایک عالم کا تقابل کیا
اس کی راہ ایک ہے، اس کی راہ جدا
وہ دشمن اللہ کا، یہ ہم نام خدا
جہل کی تاریکی سے نکلو، روشن شمع علم کرو

حق چو حق پہ مرد

ایک گناہوں کی منزل، ایک راہ ثواب
جہل ہے آگ، اور ایک ہے شہر علم کا باب
دونوں کا انجام ہو یکساں، روز حساب
یہ کیسے ممکن ہے، اے اہل اسلام ذرا سوچو

حق چو حق پہ مرد

جس میں ہوں علمان و ابوذر سے اصحاب
اس صف میں شامل ہوں، کیسے آپ جناب
اہل نہیں جس کے دیکھیں، کیوں اس کا خواب
علم کی مسند جہل کے ہاتھوں، لوگوں مت برباد کرو

حق چو حق پہ مرد

علم ارادہ، علم عمل ہے، علم یقین

علم ہی سے روشن ہے فلک، رنگین ہے زمیں
علم کے در پر خم ہے، دو عالم کی جبین
دو عالم کی خم ہے جبین، جسیر وہ در پہچانو

حق چو، حق پہ مرد

حق پہ
علم خدا ہے علم نبی ہے، علم ولی
علم ہی سے ہے تعمیر، اسلام ہوئی
علم کا شہر محمد ہیں، دروازہ علی
شہر علم کو جانے والو، درد تو پہلے پار کرو

حق چو، حق پہ مرد

حق پہ
جس کے گھر کی بات ہے، اسکے گھر سے پوچھ
علم - پہ کیا، یہ اہلیت کے گھر سے پوچھ
کون ہے حق پر، یہ شبیر کے گھر سے پوچھ
نوک، نیزہ پر ہے بلند، ہونٹوں پر ہے قرآن سنو

حق چو، حق پہ مرد

حق پہ
بعد علی اکبر قاسم، عباس علی
ہمت تھی واللہ، یہ میرے مولا کی
لے آئے میداں میں، جاں اک ننھی سی
کر کے ماں کی گودی، خالی دے کے تسلی بانو کو

حق چو، حق پہ مرد

حق پہ
بولے یہ بے شیر سے، رن میں شاہ ہدا
کرلو تم بھی، اتمام حجت بیٹا
کمن ہو شاید کہ، کہ ترس کھائیں اعدا
خشک زباں پھیر لب پر، اے لعل سوال آب کرو

حق چو، حق پہ مرد

حق پہ
سن کے صدا بابا کی، اصغر نے لب پر

شک زباں پھیری، تو چیخ اٹھا لشکر
دیکھ کے حالت، ابن سعد بد اختر
ابن کا ہل سے بولا، شبیرؓ کا لہجہ قطع کرو!

حق پہ جیو، حق پہ مرو

ہائے کروں کس دل سے، اب میں حال بیاں
کانپ اٹھے دل، سینوں میں کڑکی جو کماں
سہہ شعبہ ناوک حلق، بے شیر کہاں
پتلی لی بے شیر نے، جس دم تھام لیا شہہ نے دل کو

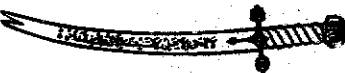
حق پہ جیو، حق پہ مرو

کہتا تھا اک اک سے ابن سعد لعین
بجھنے ہی کو ہے، شمع ایمان یقین
رکھ دی ہے شبیرؓ نے، اب سجدہ میں جبین
نیزے مارو تیغ لگاؤ، تیروں کی برسات کرو

حق پہ جیو، حق پہ مرو

رحم نہ کھاؤ آج، نبیؐ کی عزت پر
آؤ بڑھو بڑھ کے شبیرؓ کا کاٹ لو سر
لیا ہے انعام، تو اے اہل لشکر
آگ لگا دو خیموں میں، ہر ایک سے چادر لے کو

حق پہ جیو، حق پہ مرو



مل لی ہے کربلا کی جبین پر اٹھا کے خاک

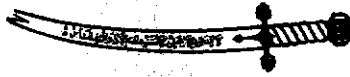
سید علی محمد رضوی (بچے)



مل لی ہے کربلا کی جبین پر، اٹھا کے خاک
 پوچھے گا مجھ سے قبر میں اب کوئی، آ کے خاک
 سو جاؤں گاسکون سے، پھولوں کی سیج پر
 فرشِ لحد پہ کرب و بلا کی بچھا کے خاک
 وابستہ جو بتول کے در سے نہیں اسے
 ہاتھ آئے گا رسول کے روضہ پہ جا کے خاک
 دیتا وہ کیا، رسول کی بیٹی کا حق بھلا
 میت کو دے سکا جو، نہ اس کی اٹھا خاک
 اللہ وہ رسول کو، کیا منہ دکھائے گا
 جس نے کیا بتول کے گھر کو، جلا کے خاک
 سالار جس کا پشت، دکھا جائے وقت جنگ
 میدان میں وہ فوج، لڑے بھی تو جا کے خاک
 چھا کر رہا حسینؑ کا دل، کائنات پر
 حربے تمام ہو گئے، اہل جفا کے خاک
 اک دوپہر میں ظلم کا چہرہ اتر گیا
 سرور نے قصر جو رکے پل میں ڈھا کے خاک
 واللہ اذن شہد ہو، تو یہ فوج ابن سعد
 بچے کریں حسینؑ کے، چٹکی بجا کے خاک
 عباسؑ کو نہ چھیڑ، کہ یہ لشکر کشید
 ہو جائے دیکھ لیں جو، یہ نظریں جما کے خاک
 جب بعد قتل شاہ، سروں سے چھینی ردا
 ڈھانپا سروں کو، اہل حرم نے اڑا کے خاک
 اے دشتِ نینوا، تیری تپتی زمیں پر
 اعدا نے مصطفیٰؐ کا کیا گھر، جلا کے خاک
 تیر ستم چلا کے، ابھی دل بھرا نہیں

No. 109
 20/9/2019

کیا ڈھونڈتا ہے اے بن کابل، ہٹا کے خاک
 بہنوں سے بھائی، ماؤں سے بچے پھڑ گئے
 گھر ہو گیا بتول کا، اس بن میں آ کے خاک
 کس چاہ سے، رسولؐ نے چوما تھا یہ گلا
 کس ظلم سے عدو نے کیا ہے، ملا کے خاک



حسینی ہوں مجھے اندیشہ روز جزا کیوں ہو

سید علی محمد رضوی (بچے)

حسینی ہوں مجھے، اندیشہ روز جزا کیوں ہو
 زمانہ میرے اطمینان پہ، حیرت زدہ کیوں ہو
 نبیؐ کی آل کا ہے تذکرہ، خوش وہ بھلا کیوں ہو
 یہ کار خیر، اہل شر کی محفل میں روا کیوں ہوں
 کبھی مقتول کے ورثہ کو، قاتل نے دیا پر سا
 ہمارے ساتھ اس غم میں وہ مصروف بکا کیوں ہو
 علیؑ کا تذکرہ چھیڑو، ہمیں کیا غیر سے حاصل
 دلا کی بزم میں آ کر، طبیعت بد مزا کیوں ہو
 ہم اہلیت کے خادم، ہم اہل حق کے شیدائی
 کسی بھی ایسے ویسے سے ہمارا واسطہ کیوں ہو
 عقیدت ہی نہیں جس کو، علیؑ مرتضیٰ سے وہ
 سوالی بن کے، شہر علم کے در پر کھڑا کیوں ہو
 علیؑ کے دشمنوں سے گر نہیں، آپ کو الفت

علیؑ کے دوستوں سے اس قدر، آخر خفا کیوں ہو
 بڑی نعمت ہے جذب دل، نبیؐ کی آل کی اُلفت
 میسر ہے جسے یہ، وہ تہی دامن بھلا کیوں ہو
 خوا والے، نبیؐ والے، علیؑ والے، علیؑ والے
 نہ ہوں جس کے علیؑ، اس کا نبیؐ، اس کا خدا کیوں ہو
 بہت ہیں آج بھی دنیا میں، اہلیت کے دشمن
 تن تنہا یزید بے حیا پر، اکتفا کیوں ہو
 یزیدیت کو فعل نار واگر ماننے والوں
 حسینیت کے نعرے سن کہ، برا بیچتے کیوں ہو
 اگر رونا شہید ظلم پر بدعت سمجھتے ہو
 رسول اللہؐ سے پوچھو کہ مصروف بکا کیوں ہو
 نبیؐ کی آل کو قیدی بنا کر، بے خیا خوش ہو
 جو ہو شیطان کا بندہ، اسے خوف خدا کیوں ہو
 کسی نے بھی نہ ٹوکا بڑھ کے دربار یزیدی
 نبیؐ کی آل پر ظالم، یہ ظلم ناروا کیوں ہو
 قدم دو چل نہیں سکتا جو، شب کے ضعف سے ظالم
 سراپا اس کا زنجیروں سے یوں جکڑا ہوا کیوں ہو
 علیؑ اصغر کہاں ہو، آؤ مانی کی گود میں آؤ
 صدا بانو کی بھی اے لعل، ماں سے تم خفا کیوں ہو
 تعجب سے یہ تنہائی میں سوچا کرتی تھیں زہنت
 کہ جسکا بھائی ہو عباس سا وہ بے ردا کیوں ہو





کفر و الحاد کی وادی میں، وہ چمکا سورج

سید علی محمد رضوی (سچے)

کفر و الحاد کی وادی میں، وہ چمکا سورج
 جس کا کردار کرن، جس کا سراپا سورج
 سب کے سب نور، ہر اک فرد کا چہرہ سورج
 ہے محمدؐ کے گھرانے کا، گھرانہ سورج
 اول و اوسط و آخر کی یہاں قید نہیں
 ایک ہی نور سے پر نور ہیں چودہ سورج
 ایک بجلی سے گری، شق ہوئی دیوار حرم
 کٹ گئی رات، سحر ہو گئی ابھرا سورج
 پھر اندھیروں میں جنم لے گا آجالوں کا نقیب
 اسی کعبہ سے طلوع ہوگا، دوبارہ سورج
 اس کے چہرہ کو کہوں، چاند سا چہرہ کیسے
 ہر قدم ڈھالتے ہیں، جس کے کف پاسورج
 ماند پڑنے لگا جب، دین خدا کا سورج
 وسعت قلب پہ، شیمڑ نے برسائے چاند
 یہ در آل محمدؐ ہے، یہاں کا ذرہ
 ضوئیں ہو، جو سر عرش، تو شرمائے چاند
 ظلمت کفر سے، اس طرح، نکل آیا حُر
 جس طرح، کالی گھٹاؤں سے، نکل آئے چاند
 ڈوبنے دی نہ اندھیروں میں، راہ حق شہب نے
 ایک نظروں سے چھپا، دوسرا لے آئے چاند

افق دین پہ جب، کالی گھٹا چھانے لگی
 شاہ دین، گودی سے بانو کی، اٹھالائے چاند
 مانیں خیموں میں تڑپتی، رہیں بچوں کے لیے
 رن میں سوتے رہے، سینوں پہ سنا کھائے چاند
 کوئی کہتی تھی، جگر تھام کے، آجا اے لعل
 آرہی تھی کسی خیمہ سے صدا، ہائے چاند
 جگمگائے گا ابد تک، یونہی ہوگا نہ غروب
 افق دین پہ شمیڑ ہے، ایسا سورج

چھین کر گھاٹ، پیاسے کا پیاسا ہی رہا
 نبی ہاشم کا قمر، عرش کا سورج
 یاد آجاتا ہے، کیا جائیے، کیا کیا مجھ کو
 دیکھ کے عرش پہ عاشور کا ڈھلتا سورج
 ٹل رہی ہے سر میدان، پیاسوں کی وفا
 آج دیتی ہے زمیں، سر پہ ہے جلتا سورج
 کوفہ و شام کے بازار میں، بے پردہ ہیں
 دیکھ پایا نہ تھا جن کا، کبھی سایہ سورج
 رات بھر روتے ہیں، پیاسوں کو سر عرش نجوم
 رات بھر کہتا ہے، پیاسوں کا فسانہ سورج
 ڈوبتے دین کے، جس وقت نظر آئے چاند
 خاک کے ذروں سے، سرور نے ابھارا سورج
 جانے کیا سوچ رہے ہیں، کھڑے مقتل میں حسین
 تر ہے پیشانی، کلجے سے ہیں لپٹائے چاند
 دل کے ٹکڑے پڑے، یوں شہد دین بن میں
 ٹوٹ کر جیسے سفر عرش، بکھر جائے چاند

حی علی خیر العمل

سید علی محمد رضوی (رحمۃ اللہ علیہ)

العمل	خیر	حی علی	سنبل	ہے وقت ابھی نادان
			اٹل	قدرت کا ہے قانون
			کو	میزان موت پر کل
			عمل	تل جائے گا ایک ایک
العمل	خیر	حی علی	اڈاں	وہ صحرا وہ آواز
			پیاں	مولائی کے عہد و
			تک	چودہ (۱۴) سو برس گزرے اب تک
			میدان	دیتا ہے صدا غم کا
العمل	خیر	حی علی	اس کا	میں جس کا مولا ہوں
			مولیٰ	ہے میرے بعد علی
			سے	پالان شتر کے منبر
			خدا	دیتے ہیں صدا محبوب
العمل	خیر	حی علی	ہاتھوں پر	کاندھوں پہ علی
			کبھی	کعبہ میں کبھی
			نے	عالم کو نبی اکرم

بتلایا یہ ہے میرا وصی
ظاہر میں کبھی باطن میں کبھی
انداز وہی اطوار وہی
یہ بغض علی کی بیماری
اس وقت بھی ہے اُس وقت بھی تھی

جنگل جنگل صحرا صحرا
بستی بستی قریہ قریہ
عالم میں پیام حق بنکر
گوئے گی قیامت تک یہ صدا

حق بات کہو حق بات سنو
حق پہچانو گمراہ نہ ہو
مظلوم کی نصرت میں ظالم
سے نفرت کا اعلان کرو

ہر سو نہ بھٹک ہر در پہ نہ جا
کیوں پھرتا ہے مارا مارا
اب بھی کھلی ہیں حق کی راہیں
دیتی ہیں صدائیں کرب و بلا

صبح عاشور جب آتی ہے
تاریخ وفا جب دہرائی ہے
ہر سال ضمیر عالم کو!

پیغام یہی دے جاتی ہے
 خیر علیٰ خیر العمل
 ہے صبح و دہم (۱۰) ہم محشر عیاں
 صف باندھے کھڑے ہیں پیرو جواں
 دل کانپ اٹھے جس دم گونجی
 مقتل میں علی اکبر کی اذان

قربان ہوا اکبر سا جواں
 بے شیر ہوا آنکھوں سے نہاں
 اللہ رے ہمت سرور کی
 مرتے مرتے ہے درد زباں
 خیر علیٰ خیر العمل
 خیر علیٰ خیر العمل



کہتی تھی سکیںہ آجاؤ بابا! آجاؤ!

سید علی محمد رضوی (تھے)

کہتی تھی سکیںہ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

لہلہ نہ اتنا تڑپاؤ بابا اب آجاؤ!
 اللہ کیسا وقت پڑا
 کوئی تجھی نہیں میری سنتا
 ہو جاؤں گی میں تم سے خفا
 دیکھو نہ مجھے یوں رلاؤں



کہتی تھی سکینہ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

کس جرم کی ہے آخر یہ سزا
سننے ہی نہیں بیٹی کی صدا
ہو جاؤں گی میں تم سے خفا
اب کس کو پکاروں بتلاؤ

کہتی تھی سکینہ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

ناموس نبیؐ کا پاس نہیں
ڈرانہ چلے آتے ہیں لعین
چھن جائے نہ چادر سر سے کہیں
ہے وقت مصیبت جلد آؤ

کہتی تھی سکینہ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

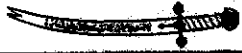
جلتے ہیں خیام اٹھتا ہے دھواں
ہر سمت لگی ہے آگ یہاں
اب جاؤں تو میں جاؤں کہاں
اتنا تو مجھے بتلا جاؤ

کہتی تھی سکینہ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

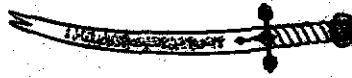
روتے روتے جھولے کے قریں
ڈر ہے کہ نہ دے دیں جان کہیں
اماں کو بلا لوں پاس وہیں
یا شکل انہیں دکھلا جاؤ

کہتی تھی سکینہ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!

کب سے رو رو چلاتی ہوں
آؤ کہ طمانچے کھاتی ہوں
اچھا میں وہیں آجاتی ہوں
سوئے ہو کہاں پر بتلاؤ



کہتی تھی سکیۓ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!
 عمو بھی نہیں لشکر بھی نہیں
 اکبر بھی نہیں اصغر بھی نہیں
 اب تو سر پر چادر بھی نہیں
 کہتی تھی سکیۓ آجاؤ بابا! اب آجاؤ!



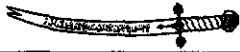
ہربز دشتِ نینوا امیر لشکرِ حسینؑ

سید علی محمد رضوی (بچے)

ہربز دشتِ نینوا امیر لشکرِ حسینؑ
 نہنگِ قلم و قلم و قلم و قلم
 خدنگِ ترکش فضا، امیر لشکرِ حسینؑ
 برنگِ شاہِ لاف، امیر لشکرِ حسینؑ
 جری، دلیر، باوفا، امیر لشکرِ حسینؑ
 وفا بخد مجرہ، امیر لشکرِ حسینؑ

یہ ذوالفقار حیدری، یہ شیر پیشہ نجف
 یہ تیغِ تنہا ہاشمی، نشانِ جرأتِ سلف
 ہر اک کا مرکزِ نظر، کفیلِ تشنگانِ طُف
 کتارِ نہرِ علقہ، تمام فوج کا ہدف

کسی سے پر نہ رک سکا، امیر لشکرِ حسینؑ
 بہادرانِ صفِ شکن میں، اس جری کے تذکرے
 دلاورانِ تیغِ زن میں، اس جری کے تذکرے
 ہر اک وفا کی انجمن میں، اس جری کے تذکرے



رسول پاک کے چمن، میں اس جری کے تذکرے
غرور آل مصطفیٰ، امیر لشکر حسینؑ

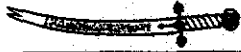
حسینؑ میر قافلہ، یہ قافلے کا پاسبان
کبھی قریب راحلہ، کبھی قریب ساربان
کبھی بڑھا کے اسب، کو ذہاں جہاں عماریاں
کبھی سلام کے لئے حضور شاہ انس و جان
ہر ایک سو ہر ایک جا، امیر لشکر حسینؑ

حسینؑ کا آخی بھی ہے، حسینؑ کا غلام بھی
حسینؑ کی سپر بھی ہے، تیر بھی ہے جسام بھی
حسینؑ کی زہر بھی ہے، کہاں بھی ہے سہام بھی
حسینؑ حکم دیں اگر، تو شمر سے کلام بھی
وگر نہ وہ کجا، کجا امیر لشکر حسینؑ

حسینؑ اذان دیں اگر ابھی یہ سب کو دیکھ لے
ابھی عراق و شام کو، ابھی حلب کو دیکھ لے
ابھی ابھی یہ کوفیان، بے ادب کو دیکھ لے
مقابلہ جو آپڑے، تو کل عرب کو دیکھ لے
مثال شاہ لافٹی، امیر لشکر حسینؑ

اشارہ امام ہو تو، فتح میں دھرا ہے کیا
شعاع مہر کے لئے، یہ شام کی گھٹا ہے کیا
فرات تک نہ جانے دے، کسی میں حوصلہ ہے کیا
علیؑ کے شیر کے لئے، یہ جنگ کر بلا ہے کیا
اُلٹ دے تخت شام کا، امیر لشکر حسینؑ

جو مرضی حسینؑ ہو، تو فوج شام پیچ ہے
یہ دشمنوں کا اجتماع، یہ اژدھام پیچ ہے
فرات پر یہ بندشیں، یہ انتظام پیچ ہے



علی کے گھر سے بدر، کا یہ انتقام چچ ہے
 دکھادے زور لا فتی، امیر لشکر حسین
 یزید بد نہاد سے، سکون ذات چھین لے
 محافظین نہر سے، حق حیات چھین لے
 جو مرضی حسین ہو، ابھی فرات چھین لے
 فرات کیا ہے، یہ وہ ہے، کہ کائنات چھین لے
 بڑا بلند حوصلہ، امیر لشکر حسین
 مگر یہاں تو حکم، ہے کہ بس علی کے شیر بس
 حسین اپنی زندگی سے، ہو چکا ہے سیر بس
 قریب وقت عصر ہے، بس اب مرے دلیر بس
 ہمارے کوچ میں کہیں، مزید ہونہ دیر بس
 کرے گا تابہ کے دعا، امیر لشکر حسین

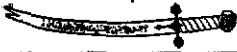


شہبہ نے یہ خیمے کے در سے، دی صدا اصغر چلو

مجاہد لکھنوی

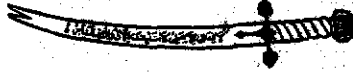
شہبہ نے یہ خیمے کے در سے، دی صدا اصغر چلو
 اب نہیں کوئی ہمارا، آسرا اصغر چلو
 ہو گئے بے چین تم، سنتے ہی ہل من کی صدا
 کیا کریں ناصر نہیں، کوئی رہا اصغر چلو
 باب ہے تنہا تمہارا، اور دشمن چار سو
 ہو چکی ظلم و ستم کی، انتہا اصغر چلو
 اب نہ قاسم ہیں، نہ اکبر ہیں، نہ عباس علی

لکھنوی



کر چکے ہیں فرض سب، اپنا ادا اصغر چلو
 ساتھیوں میں اب، نہ مسلم ہیں، نہ باقی حبیب
 آچکی ہے سب کو، مقتل میں قضا اصغر چلو
 تم کو لائے تھے، اسی دن کی رفاقت کے لئے
 آخری فدیہ، بکریں پیش خدا اصغر چلو
 سرخرو کردو ہمیں، بیٹا خدا کے سامنے
 حرملہ کے تیر پر، رکھ دو گلا اصغر چلو
 فرض ہے تم پر بھی بیٹا، کچھ تو خدمت باپ کی
 آج کرنا ہے تمہیں، حق ادا اصغر چلو
 تم کو دینا ہے لہو، دین پیغمبر کے لئے
 تیر کھانے حلق پہ، اے مہ لقا اصغر چلو
 یہ دکھا دو تم بھی، پوتے ہو خدا کے شیر خے
 آج چھوڑنا خیر سے بڑھ، کر معرکہ اصغر چلو
 یہ تو سچ ہے، تین دن کی پیاس سے تم ہونڈھال
 مانگ کر دیکھیں گے، کوزہ آب کا اصغر چلو
 پھیرنا تم بھی لبوں پر، اپنی ننھی سی زباں
 رحم کھائیں تم پہ شاید، اشقیا اصغر چلو
 چھوڑ دو اے لعل اب، آغوشِ مادر چھوڑ دو
 وقت یہ ہرگز نہیں، آرام کا اصغر چلو
 چھوڑنا ہے آج سے، بیٹا تمہیں مادر کا ساتھ
 بھول جاؤ ماں کی، الفت کا مزا اصغر چلو
 ہاتھ جب ہوں گے رن بستہ، تو لے گی کس طرح
 کل تمہیں آغوش میں، وہ غمزدہ اصغر چلو
 گود میں دادی کے سونا، آج بھی جنت میں تم
 لو سنو آتی ہے، زہرا کی صدا اصغر چلو

یہ سر محشر مجاہد کو صدا دیتا ہے کون
دے رہے ہیں نوحہ خوانی کا صلہ اصغر چلو



جس کے دل میں حب حیدر ہو وہ آئے سامنے

مجاہد لکھنوی

جس کے دل میں حب حیدر ہو وہ آئے سامنے
غیر کیا پائے گا جا کر مصطفیٰ کے سامنے
مرحب عتتر سے پوچھو تیغ حیدر کا مزا
زور حق بازو میں ہو پھر کون ٹھہرے سامنے
جز علی اسلام کی تاریخ میں رکھا ہے کیا
دوسرا فاتح خیر کوئی لائے سامنے
جنگ خندق میں وہ اک ضربت علی کی الاماں
دونوں عالم کی عبادت ہیج جس کے سامنے
ہم نے آنکھوں سے غم سرور میں دامن بھر لیا
قدر کیا لعل و جواہر کی ہمارے سامنے
سچ بتاؤ کیا تمہارے دل پہ گزرے گی اگر
توڑ دیں دم بھانجے، مچائی، بھتیجے سامنے
آگئے آنکھوں میں آنسو حضرت عباسؓ کی
خالی کوزے لے کے جس دم آئے نچے سامنے
بولے اے عہد تیری زندگی پر حیف ہے
ساقی کوثر کا بیٹا اور پیاسے سامنے

لے کے مشکیزہ تسلی دے کے بچوں کو چلے
 آگئے بہر رضا شاہ ہذا کے سامنے
 عرض کی پانی کسی قیمت پر لانا ہے مجھے
 پیاس سے تڑپے سکیئہ اور میرے سامنے
 ہائے کیا ظلم ہے پیاسے رہیں یہ نونہال
 اور نہر علقہ پانی سے چھلکے سامنے
 شاہ نے حسرت بھری نظروں سے دیکھا بھائی کو
 آگیا منظر نہ جانے کیا نظر کے سامنے
 ہائے کوئی دیکھتا عباس کی وہ بے بسی
 بہ گیا جب مشک سے پانی نظر کے سامنے
 چھد گیا مشکیزہ، بازو ہو گئے دونوں قلم
 تھی سکیئہ منظر خیمہ کے در کے سامنے
 اے مجاہد جب نہیں اشعار میں حسن کلام
 کھولتے ہو کیوں زبان اہل نظر کے سامنے

حسین تم پہ جو ایمان لا نہیں سکتا

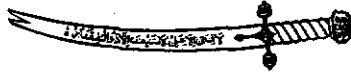
مجاہد لکھنوی

حسین تم پہ جو ایمان لا نہیں سکتا
 قسم خدا کی وہ جنت میں جا نہیں سکتا
 جو شہہ کے نام پہ پانی پلا نہیں سکتا
 قریب ساحل کوثر وہ آ نہیں سکتا



اگر حسینؑ کی مرضی نہ ہو تو جدے سے
خدا گواہ نبیؐ سر اٹھا نہیں سکتا
ہزار لے کے علم جائے کوئی میدان میں
مگر علیؑ کی جو منزل ہے پا نہیں سکتا
بڑے بڑے ہیں بہادر نبیؐ کے لشکر میں
ذرا کوئی در خیبر ہلا نہیں سکتا
کچھ رہے تھے پیہر بھی جنگ کی صورت
سوا علیؑ کے کوئی فتح پا نہیں سکتا
زباں پہ نادِ علیؑ آگیا محمدؐ کے
کہ اور کوئی تو بگڑی بنا نہیں سکتا۔
حسینؑ آپ کا مل جائے آستان جس کو
جہیں وہ غیر کے در پہ جھکا نہیں سکتا
بن زیاد پہ الزام قتل شہہ رکھ کر
کوئی یزید کا دامن بچا نہیں سکتا
رہے گا روزِ ابد تک یہ مجلس و ماتم
غم حسینؑ زمانہ مٹا نہیں سکتا
خدا گواہ تمہاری طرح حسینؑ کوئی
وہ خدا میں بھرا گھر لٹا نہیں سکتا
مجھے بھی لے چلو اصغرؑ کے یہ اشارے تھے
میں جنگ کے لئے مقتل میں جا نہیں سکتا
پدر کے قبضہ میں ہو جس کے چشمہ کوثر
وہ پیاسی بیٹی کو پانی پلا نہیں سکتا
حسینؑ ہی کی یہ ہمت تھی ورنہ اور کوئی
جوان بیٹے کا لاشہ اٹھا نہیں سکتا
برہنہ سر ہے بہن سامنے دم آخر

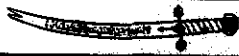
ردا بھی اٹھ کے برادر اڑھا نہیں سکتا
مجاہد اپنا تو ایمان ہے غم سرور
کوئی ہمارے قدم ڈگکا نہیں سکتا



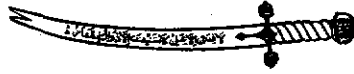
جو راہبر نہ ملے راستہ نہیں ملتا

مجاہد لکھنوی

جو راہبر نہ ملے راستہ نہیں ملتا
بغیر آل نبیؐ کے خدا نہیں ملتا
درِ نجف پہ جھکا کر جبین دیکھو تو
اس آستانہ سے سائل کو کیا نہیں ملتا
علیؑ کا ذکر ہے ذکر رسولؐ، ذکر خدا
کسی کے نام سے یہ سلسلہ نہیں ملتا
اُحد میں، بدر میں خیر میں، فتح کا حامل
سوا علیؑ کے کوئی دوسرا نہیں ملتا
علیؑ کی کرلو زیارت جو شوق ہے موسیٰ
کہ کوہ طور پہ نور خدا نہیں ملتا
بڑے جو وقت، پکاریں رسولؐ بھی جس کو
علیؑ سا کوئی بھی، مشکل کشا نہیں ملتا
برائے نصرت حقؑ جائے عمر سے لڑنے
بہادر ایسا علیؑ کے سوا نہیں ملتا
کہا نبیؐ نے کہ سلمان اہلبیت میں ہیں



کسی کو اور یہ کیوں مرتبہ نہیں ملتا
 ہوس علم کی بہت سے دلوں میں ملتی ہے
 دلیری، حوصلہ اور دلولہ نہیں ملتا
 برابری تو علی کی بہت سے کرتے ہیں
 مگر کسی کا کوئی معجزہ نہیں ملتا
 خدا کے گھر میں ولادت بھی اور شہادت بھی
 جہاں میں ایسا کوئی حق نما نہیں ملتا
 حسین ڈھونڈنے نکلے ہیں لاش اکبر کی
 نظر میں نور نہیں، راستہ نہیں ملتا
 اٹھا کے گود سے بچے کو بھیج دے رن میں
 سوا رباب کے یہ حوصلہ نہیں ملتا
 گلے ہزار کئے حق کی راہ میں لیکن
 چھدا جو تیر سے ایسا گلا نہیں ملتا
 سیکنڈ باپ سے ملنے چلی ہے مقتل میں
 اندھیرا بن ہے پدر کا پتہ نہیں ملتا
 اٹھائے دین خدا کے لئے جو اتنے ستم
 کوئی بھی عابد بیمار سا نہیں ملتا
 مجاہد ہم کو وہ مجلس بھلی نہیں لگتی
 جہاں چہ لکر فہمہ گر بلا نہیں ملتا



مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ

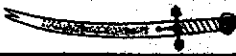
مجاہد لکھنوی

مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
جس نے سر تیری چوکھٹ پہ خم کر دیا
بندگی کا سلیقہ اُسے آگیا
الاماں زیرِ خنجر وہ سجدہ ترا
رو کے احمدؑ نے جنت سے دی یہ صدا

مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
جو تیرے نقش پا پر ہوا گامزن
اُس کو ہو کیا بھلا خوفِ دار و رس
وہ سکھایا ہے مرنے کا تو نے چلن
دے دیا موت کو زیست کا بانگین

مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
کیوں فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا
روزِ عاشور عالم پہ روشن ہوا
کندِ خنجر تلے رکھ کے سوکھا گلا
تو نے انسانیت کا بھرم رکھ لیا

مرحبا مرحبا، مرحبا اے حسینؑ
زندگی کو سپردِ خدا کر دیا
جو فنا تھی اسی کو بقا کر دیا
اس طرح حق سے وعدہ وفا کر دیا



ہر خوشی کو رضائے خدا کر دیا
مرجا مرجا، مرجا اے حسینؑ

بک رہا تھا سر عام جب آدمی
حق و باطل کی پہچان تھی مٹ گئی
دے کے قربانی تو نے جواں لال کی
بخش دی دین کو اک نئی زندگی

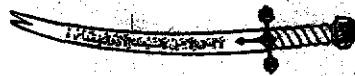
مرجا مرجا، مرجا اے حسینؑ

جس طرح سے ہے ذات خدا کو دوام
جیسے باقی جہاں میں ہے اُس کا کلام
روزِ عاشور تو کر گیا ہے وہ کام
مٹ سکے گا نہ تا حشر تیرا بھی نام

مرجا مرجا، مرجا اے حسینؑ

پھر رہا ہے نگاہوں میں منظر ابھی
لاشِ کربلا جواں عالم جاں کنی
تیری ہمت پہ قربان ابنِ علیؑ
قلب اکبر سے تو نے سنا کھینچ لی

مرجا مرجا، مرجا اے حسینؑ



ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

مجاہد لکھنوی

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

ہائے جنگ کا وہ سنا وہ پرہول فضا

اور ایسے میں کسی دکھ بھرے دل کی وہ صدا
جیسے پتھری ہوئی اولاد کو ڈھونڈے کوئی ماں

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

تم گئے جب سے عجب حال ہے بیٹا میرا
کوئی صورت سے نہیں قلب سنہلتا میرا
گود اُجڑی ہے نظر آتا ہے جھولا دیراں

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

خود بخود ہاتھ اٹھے جاتے ہیں لینے کو تمہیں
کب سے بے چین ہوں میں لوریاں دینے کو تمہیں
ہوگئی رات بس اب گود میں آؤ میری جاں

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

کس کی آغوش میں ہے اس بن میں بسائی بیٹا
نیند کس طرح مجھے چھوڑ کے آئی بیٹا
ماں کو بھی پاس بلا لو وہیں سوتے ہو جہاں

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

زخم گردن کا خدا جانے دھلایا کہ نہیں
جسم سے خون بھرا کرتا وہ اتارا کہ نہیں
کیا لہو زخم سے ناوک کے ابھی تک ہے رواں

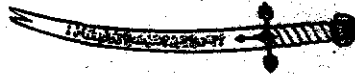
ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

کیا بتائیں جو ستم ہم نے اٹھائے بیٹا
خیمے سب آکے لعینوں نے جلائے بیٹا
دیکھو جھولے سے تمہارے ابھی اٹھتا ہے دھواں

ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں

صبح ہوگی تو خدا جانے ستم کیا ہوگا
یہ سنا ہے کہ نئے دیس میں جانا ہوگا

چھوٹ کر قید سے کیا جانے کب آنا ہو یہاں
 ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں
 بین اک غم زدہ مادر کے مجاہد لکھ کر
 کر دیا تو نے عزاداروں میں برپا محشر
 شورِ گریہ ہے بن آثار قیامت کے عیاں
 ہو مرے لال کہاں، ہو مرے لال کہاں



رونا غم حسینؑ میں یوں کام آ گیا

مجاہد لکھنوی

رونا غم حسینؑ میں یوں کام آ گیا
 کوڑ کا میرے ہاتھ بھی اک جام آ گیا
 کہتے ہیں مجھ کو لوگ غلام ابوتراب
 قنبر کے ساتھیوں میں مرا نام آ گیا
 جتنی بھی مشکلات تھیں آسان ہو گئیں
 جس دم علیؑ کا لب پہ مرے نام آ گیا
 نوکِ سناں پہ سر نہیں سبطِ رسولؐ کا
 اک آفتاب ہے کہ لب بام آ گیا
 کیا شباب بچپن بے شیر کا ابھی
 آغاز ہی ہوا تھا کہ انجام آ گیا
 پانی خدا کے دین نے اک تازہ زندگی
 جب کربلا میں رہبر اسلام آ گیا



مرنے کے بعد اُس کو ملی دائمی حیات
 جو شہد کے ساتھ روزِ وہم (۱۰) کام آگیا
 فرطِ خوشی سے ہو گیا قاسم کا رنگ سرخ
 محضر میں جب سنا کہ مرا نام آگیا
 بدلے پیامِ شادی کے اکبر کے واسطے
 کرب و بلا میں موت کا پیغام آگیا
 آئی ندا کہ کھول دو رضواں درِ جنات
 حُر بڑھ کے سوئے شاہ جو دو گام آگیا
 سو گھی اٹھا کے خاکِ زمیں سے حسینؑ نے
 اُترے یہ کہہ کے مرکزِ آلام آگیا
 کرب و بلا میں آگئے سرِ نیلے انبیا
 عاشور کو جو عصر کا ہنگام آگیا
 کلتے ہی سرِ حسینؑ کا مقتل میں تیغ سے
 خیمے جلانے لشکرِ بدنام آگیا
 زنجیر سے اُلجھتا ہوا قافلے کے ساتھ
 میرا امام کونے سے تا شام آگیا
 سن کر کلامِ تیرا مجاہد یہ بولے سب
 یہ کون آج شاعرِ گنہگار آگیا



لوری دیتی تھی شب عاشور مادر سو رہو

مجاہد لکھنوی

لوری دیتی تھی شب عاشور مادر سو رہو
 آخری شب ہے مرے ششما ہے اصغر سو رہو
 کل نہ جانے تم کہاں ہو ہم کہاں اے میرے لال
 آج تو آرام سے پہلو میں دلبر سو رہو
 خیمہ انصار میں ہیں جنگ کی تیاریاں
 سو رہو تم سو رہو، اے جان مادر سو رہو
 قاسم و عباس و اکبر ہوں گے مصروف جدال
 تم تو سکس ہو، کرو گے کیا ہمک کر سو رہو
 دیکھو قتل میں نہ جانا ماں کو تنہا چھوڑ کر
 دشمنوں میں حزمہ سا ہے سنگر سو رہو
 شبہ یہ کہتے تھے تمہارا نام بھی محضر میں ہے
 میں جیوں گی کس طرح تم سے بچھڑ کر سو رہو
 آج تو ہے دل کو اطمینان اکبر ساتھ ہیں
 پاسانی پر ہیں عباس دلاور سو رہو
 کل خدا جانے کس عالم میں ہوں سب اہل حرم
 کوئی وارث ہو کہ ہو باقی نہ سر پر سو رہو
 ہو سکیں پاس جھولے کے تمہارے یا نہ ہو
 آج کی شب ہے تمہارے پاس خواہر سو رہو

پھر نہ شاید یوں تمہیں کوئی پکارے پیار سے
جانے کس عالم میں ہو ماں سے بچھڑ کر سو رہو
رات آخر ہوگی نزدیک ہے صبح دہم
سو رہو، کچھ دیر تو اے میرے دلبر سو رہو
بعد اصغرؑ بھی مجاہد تھا یہی بانو کا حال
رات آتی تھی تو یہ کہتی تھیں اکثر سو رہو



الوداع، الوداع، الوداع اے حسینؑ

مجاہد لکھنوی

الوداع، الوداع، الوداع اے حسینؑ
یہ صدائے فضاں اور یہ مجلسیں
ما تم و نوحہ اور غم کی یہ زینتیں
آہ پھلتا ہے دل کس طرح یہ کہیں
چاہتا ہے یہ دل یونہی قائم رہیں

پھر کہاں ہوں گی یہ بزم آرائیاں
پھر کہاں غم کی یہ مجلسیں پھر کہاں
پھر کہاں یہ عالم اور یہ غم کے نشان
پھر کہاں ہوگی شب کی یہ بیداریاں

مجلسوں کی یہ مصروفیت پھر کہاں
زندگی کی یہ موزونیت پھر کہاں
روز و شب کی یہ مشغولیت پھر کہاں
تو نہیں تو یہ مقبولیت پھر کہاں
بزم ہستی ترے بعد ہوگی اداس
کیا کریں گے کہ ہوگی ہر اک سمت یاس
صبح کی کوئی امید، شب کی نہ آس
ہم تو گھبرا کے ہو جائیں گے بے حواس

تجھ پہ قربان ہے آخری یہ سلام
دل ہے ویران ہے آخری یہ سلام

میرے مہمان ہے آخری یہ سلام
شاہِ ذی شان ہے آخری یہ سلام

دیدہٴ غم کی یہ آخری رات ہے
شہہ کے ماتم کی یہ آخری رات ہے

مومنو! غم کی یہ آخری رات ہے
اشکِ پیہم کی یہ آخری رات ہے

حقِ خدمت نہ ہم سے ادا ہو سکا
تیری خاطر نہ کیوں اپنا سر دے دیا

بخش دے ہو گئی ہو جو کوئی خطا
غم یہی ہے نہ جی بھر کے ماتم کیا

روئیں گے پھر ترے غم میں مل کر بہم
ہائے افسوس جی بھر کے روئے نہ ہم

گر جنے سال بھر پھر کریں گے یہ غم
اور اگر مر گئے تو یہ ہوگا الم

الوداع اے شہہ مشرقین الوداع
ہے مجاہد کے لب پر یہ بین الوداع

الوداع اے حسین، اے حسین الوداع
ہنت احمد کے اے نور عین الوداع

کسے ناصر ملے ایسے شہہ دل گیر سے پہلے

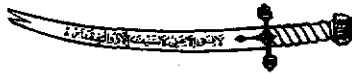
تجمل لکھنوی

کسے ناصر ملے ایسے شہہ دل گیر سے پہلے
دفا کی لاج رکھ لی مر گئے شبیر سے پہلے

بڑی شرمندگی ان کو ہوئی میدانِ خیبر میں
علم لے کے جو نکلے شاہِ خیبر گیر سے پہلے



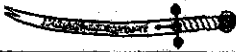
سند قرآن کی اہمیت کے حق میں بتاتی ہے
 یہ طاہر تھے نزول آیہ تطہیر سے پہلے
 پتہ چلتا ہے یہ انجامِ حر سے دیکھ لے دنیا
 درِ جنت نہیں ملتا درِ شبیر سے پہلے
 شہید راہِ حق اکبر ہوئے بے شیر سے پہلے
 کلیجہ شہہ کا تھا نوکِ سناں پر تیر سے پہلے
 کہا اکبر سے شہہ نے مجھ کو کیوں مجبور کرتے ہو
 رضا مرنے کی مانگو زینبِ دلگیر سے پہلے
 رجز پڑھ کر علی اکبر نے لشکر پر کیا حملہ
 کھلے جو ہر زباں کے جوہر شمشیر سے پہلے
 صدا اکبر کی جب آئی مدد کو آئیے بابا
 گریں غش کھا کر زینبِ بانوئے دلگیر سے پہلے
 عزاداروں کے اشکوں کیلئے رومالِ زہرا ہے
 کہاں یہ قدر و قیمت تھی غمِ شبیر سے پہلے
 غمِ سرور دیا حق نے جگلِ شکر لازم ہے
 بڑی دولت عطا کی خلد کی جاگیر سے پہلے



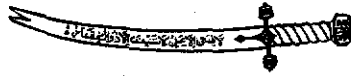
حسینیت نے بنیادِ بہارِ بے خزاں رکھ دی

ہزار لکھنوی

حسینیت نے بنیادِ بہارِ بے خزاں رکھ دی
 نگاہوں سے گرا کر زیست کی ہر داستان رکھ دی



وہاں کی خاک اب تک سجدہ گاہ جن و انساں ہے
 حسین ابن علی نے اپنی پیشانی جہاں رکھ دی
 قیامت تک صدا گونجے گی اب اللہ اکبر کی
 برستے تیروں میں سرور بے بنیاد اذال رکھ دی
 وہ خطبہ پڑھ دیا زینبؓ نے دربار یزیدی میں
 ہلا کر جس نے بنیاد زمین و آسماں رکھ دی
 بچے تعظیم رومال جناب فاطمہ زہراؓ
 غم سرور نے پلکوں پر سجا کر کہکشاں رکھ دی
 سکون اکبر کو اپنی تشنگی سے مل گیا شاید
 دہن میں باپ کے بیٹے نے جب اپنی زباں رکھ دی
 جواں بیٹے کی میت اور ضعیفی کی تھکی ہمت
 کبھی میت یہاں رکھ دی کبھی میت وہاں رکھ دی
 علی اصغرؓ کا انداز سوالِ آب تو دیکھو
 نہ جانے کتنے تیر اندازوں نے اپنی کماں رکھ دی
 رباب آغوش پھیلانے کھڑی ہے در پہ خیمے کے
 علی اصغرؓ کی میت آپ نے مولا کہاں رکھ دی
 نہیں اب بیعت فاسق کا طالب کوئی عترت سے
 علی اصغرؓ نے کر کے گنگ ہراک کی زباں رکھ دی
 چھنی تھیں چادریں جب زینبؓ و کلثومؓ کے سر سے
 ہزار اسلام نے اس وقت پہ غیرت کہاں رکھ دی



تابع حکم حسین ابن علی عباس ہیں

ظفر جو پوری

تابع حکم حسین ابن علی عباس ہیں
جو تمنائے علی بھی اب وہی عباس ہیں

احترام خواہش نفس پیہر کی قسم
کربلا کا ایک جزو لازمی عباس ہیں

کس کے، کس کے نور کا پرتو ہے انکی ذات میں
روشنی در، روشنی در، روشنی عباس ہیں

گھر کا گھر مشکل کشا لیکن خصوصیت کے ساتھ
پہلی شخصیت علی ہیں دوسری عباس ہیں

لطف آتا ہی نہیں جب تک نہ ہو ذکر وفا
اس جہت سے آبروئے شاعری عباس ہیں

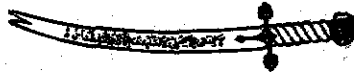
کہہ رہا ہے مطمئن چہرہ خدا کے شیر کا
وقت خود بتلائے گا کتنے جری عباس ہیں

دشت پر آشوب میں حسن نیابت کے لیے
مرقعی کی آرزوئے آخری، عباس ہیں

اللہ اللہ یہ وفا یہ حسن فیضان وفا
لشکر شبیر میں اب تو سبھی عباس ہیں

نہر پر قبضہ ہے لیکن نفس پر ہے اختیار
پھر تو کہیئے فاتح تشنہ لبی عباس ہیں

ٹوٹی ہے کیسے ڈھارس اس کو کیا جانیں حرم
 سید والا کے لشکر، میں، ابھی عباس ہیں
 کیوں نہ ہم آخر پکاریں ان کو مشکل وقت میں
 اے ظفر سرمایہ نادر علی عباس ہیں

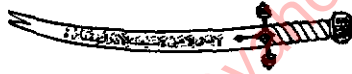


اب نہ تو قاسم ہیں نہ اکبر ہیں نہ بھائی عباس

تاثر نقوی

اب نہ تو قاسم ہیں نہ اکبر ہیں نہ بھائی عباس
 سب سے پہلے مجھے کیوں موت نہ آئی عباس
 قبر ان ہاتھوں سے اصغر کی بنائی عباس
 خود جواں سال کی میت بھی اٹھائی عباس
 راحت جاں وہی بے شیر کی بھولی صورت
 آہ! ان ہاتھوں سے مٹی میں ملائی عباس
 منتظر پیاسی سکنہ ہے در خیمہ پر
 تم نے فردوس میں خود پیاس بجھائی عباس
 تو جو چاہے تو ابھی زیر و زبر ہو دنیا
 تیرے قبضہ میں یہ ساری خدائی عباس
 میں پکاروں کہ اب نقش اٹھانے کے لئے
 آہ! اکبر نے سناں سینہ پہ کھائی عباس
 چھوڑ کے نزعہ اعداء میں گئے سوئے ارم
 تم نے دنیا ہی الگ اپنی بسائی عباس

تم ہی بتلاؤ مجھے، شرط وفا یہ تو نہ تھی
 تم مجھے چھوڑ گئے، کیوں مرے بھائی عباسؑ
 تو جو چاہے تو تری مشک میں دریا کھینچ آئے
 تیرے قبضے میں ہے دنیا کی ترائی عباسؑ
 جان پر کھیل کے خود آن وفا کی رکھ لی
 تیری جرأت پہ فدا ساری خدائی عباسؑ
 نام ہے آپ کا وہ شمع ہدایت، جس نے
 راہ تاخیر کو جنت کی دکھائی عباسؑ



پہنچی جو قید خانے میں ہند نکو سیر

پہنچی جو قید خانے میں ہند نکو سیر
 دیکھا کہ اک مریض پڑا ہے قریب در
 روتا ہے واں کوئی تو کوئی پٹینا ہے سر
 ہاتھوں سے دل پکڑ کے پکاری وہ نوحہ گر
 دم پر بھی بن گئی مگر آفت گھٹی نہیں
 تپ میں بھی اس غریب کی بیڑی کٹی نہیں
 آنسو بہا کے شانہ ہلایا جو چند بار
 اک بار غش سے چونک کے بولا نحیف و زار
 بیکس کو کیوں جگاتی ہیں اماں پسر نثار
 کیا جاں بلب ہوا کوئی معصوم دلفگار
 پیدا ہوئے ہیں اشک بہانے کے واسطے
 اُٹھتے ہیں ہم جنازہ اٹھانے کے واسطے

وہ بولی سب کی خیر ہے اے زار و ناتواں
میں ہوں کنیز آپ کی مادر نہیں یہاں
مشتاق دید آئی ہوں زنداں کے درمیاں
اتنا مجھے بتائیے اب یوسف زماں

اسم کیا ہے؟ کہا سوگوار ہے
پوچھا پدر کا، کہا بے دیار ہے
پوچھا کہاں لٹے ہو؟ کہاں حق کی راہ میں
پوچھا یہ کب؟ کہا کہ محرم کے ماہ میں
پوچھا یہ کیوں؟ کہا کہ محبوں کی چاہ میں
پوچھا پدر کہاں ہیں؟ کہا قتل گاہ میں

پوچھا جو گھر تو رو کے کہا قید خانہ ہے
پوچھا غذا میں کیا ہے؟ کہا تازیانہ ہے

یہ کہہ کے غش ہوا جو وہ بیمار و ناتواں
روتی ہوئی وہاں سے بڑھی ہند خستہ جاں
زانو پہ سر دھرے ہوئے بیٹھی تھیں بی بیایاں
تسلیم کر کے خاک پہ بیٹھی وہ قدرداں

بولی جفا پسند نہیں، حق پسند ہوں
کچھ دردِ دل سناؤ کہ میں درد مند ہوں

تم لوگ قید ہو کے جب آئے تھے ننگے سر
دیکھے تھے میں نے آنکھ سے دوسرے لو میں تر
اک فرق میں خدا کی تجلی تھی جلوہ گر
تھی دوسرے میں شان محمدؐ کی سر بسر

اُس دم سے اضطراب میں یہ دل ملول ہے
بانو کا ایک لال شبیہ رسولؐ ہے



یہ کہہ کے پھر کنیزوں سے بولی کہ جلد جاؤ
جس سر نے میری جان نکالی ہے اُس کو لاؤ
احمد کی شکل ہے کہ نہیں ان کو بھی دکھاؤ
میں غمزدہ ہوں میری مصیبت پر رحم کھاؤ

یہ فکر ہے کہ شاہ کی حالت نہ غیر ہو

یا کبیر یا شبیہ پیہر کی خیر ہو

یہ سن کے اک کنیز گئی اٹھ کے جلد تر
کچھ دیر بعد آ کے پکاری پچشم تر
لائی تھی میں جو فرق، رُکا خود قریب در
شاید یہ وجہ ہو کہ یہاں سب ہیں ننگے سر

ایسے بھی باوفا نہیں دیکھے زمانے میں

آتا نہیں حجاب سے سر قید خانے میں

حیران ہو کے کہنے لگی ہند باوفا

لوگو کوئی بتاؤ کہ یہ ماجرا ہے کیا

کیسی حیا ہے کیوں نہیں آتا یہ مہ لقا

اک دختر یتیم نے سر پیٹ کر کہا

کس سے حجاب ہے مرے دل کو خبر یہ ہے

ہاں میں سمجھ گئی مرے عمو کا سر یہ ہے

ہند حزیں پکاری کہ اے کوئی جلد جاؤ

وہ دوسرا جو سر ہے اسی کو اٹھا کے لاؤ

بچی سے پھر کہا کہ میں واری ادھر تو آؤ

اپنے چچا کا نام و نسب تو ہمیں بتاؤ

وہ بولی کیا بتاؤں کہ عالم ہے کیا مرا

گھٹتا ہے دم رسن میں بندھا ہے گلا مرا

یہ ذکر تھا کہ آگیا خولی تلخ کام
لایا سنانِ ظلم پہ اک فرق لالہ فام
زندہ شام نور سے روشن ہوا تمام
اُس سر نے دی ندا مرے بیمار السلام

گھبرا کے اہلیت تو تعظیم کو اٹھے
سجاد کانپتے ہوئے تسلیم کو اٹھے

اُس سر سے روکے کہنے لگی ہند باوفا
اے سر تو بولتا ہے تو یہ بھی مجھے بتا
کس باخدا کی آل ہے کیا نام ہے ترا
کس باپ کا تو لال ہے کس ماں کا لاڈلا

کیا دخترِ رسول کا لخت جگر ہے تو
قربان جاؤں کیا مرے آقا کا سر ہے تو

چلایا کانپ کے یہ سرِ سرورِ زمیں
پیاسا مرا خطاب ہے، مقل مرا وطن
نانا مرا رسول ہے، بابا ابوالحسن
مسموم میرا بھائی ہے، قیدی میری بہن

احمد کو رونے والی کا لخت جگر ہوں میں
بی بی، حسینِ یکس و بے پر کا سر ہوں میں

غش ہو گئی یہ سنتے ہی ہند کو سیر
زینب سراخی کو پکاری بچشمِ تر
نام اپنا کیوں بتا دیا یا شاہِ بحر و بر
اس کا نہیں خیال کہ زینب ہے ننگے سر

پہچان کے مجھے جو وہ چادر اڑھائے گی
میں بھی تو بنتِ فاطمہ ہوں شرم آئے گی

فردِ اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے

فردِ اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے
 حشر کے دن یہی بخشش کے سہارے ہوں گے
 قبر میں چین سے سوئیں گے عزادار حسینؑ
 آنکھ کھولیں گے تو کوثر کے کنارے ہوں گے
 قافلہ غلد کی جانب جو بڑھے گا اپنا
 راہبر حضرت عباسؑ ہمارے ہوں گے
 اہل ماتم کو بھلا روک سکے گا کوئی
 بابِ جنت پہ جو زہراؑ کے دُلا رہوں گے
 کن تمناؤں سے اٹھاڑہ برسِ زیست نے
 کیسے دن زیست کے لیلیٰ نے گزارے ہونگے
 اس کو اک ماں ہی سمجھ سکتی ہے بعد اکبرؑ
 کیسے دن زیست کے لیلیٰ نے گزارے ہوں گے
 دل کا کیا حال ہوا ہوگا علی اکبرؑ جب
 لے کے مرنے کی رضا رن کو سدھارے ہونگے
 ماں کو شادی کے تھے ارمان بہت، تھی نہ خبر
 یہ جواں ہونگے، تو اللہ کو پیارے ہوں گے
 رولو آج ہاتھوں سے سرپیٹ کے اصغرؑ کو رباب
 کل کو رستی سے بندھے ہاتھ تمہارے ہوں گے
 جامِ اشکوں کے لیے کرب و بلا تک پہنچو
 دیکھتے راہ وہاں پیاس کے مارے ہوں گے

نعت غم شبیرؑ کی گرتجھ کو خدا دے

نعت غم شبیرؑ کی گرتجھ کو خدا دے
 دنیا کو پیام شہد مظلوم سنا دے
 ماتم کی صدا سے دل باطل کو ہلا دے
 پردہ جو نگاہوں پہ ہے دنیا کو اٹھا دے
 گھر گھر میں صفِ ماتم شبیرؑ بچھا دے
 ہے مرد وہی کر کے جو وعدہ کو نبھا دے
 اک سر کی ضرورت ہو بہتر (۷۲) کا گلا دے
 بازوئے علم دار دے، بہنوں کی ردا دے
 جو کچھ بھی ہو سب راہِ محبت میں لٹا دے
 اتنا دے کہ بدلے میں خدا سوچے کہ کیا دے

دنیا میں سدا بن کے رہو حق کے پیامی
 ظالم کے مخالف رہو مظلوم کے حامی
 اعمال کو کھا جاتی ہے ایمان کی خامی
 ہر ایک کو ملتی نہیں سرورؑ کی غلامی
 دولت یہ میسر ہے اُسے جس کو خدا دے

حق کیا ہے زمانے کو بتاتے ہوئے نکلو
 پردہ رُخ باطل سے ہٹاتے ہوئے نکلو
 جاگے ہوئے فتنوں کو سلاتے ہوئے نکلو
 سوتے ہوئے ذہنوں کو جگاتے ہوئے نکلو
 نعرہ وہ کرو کفر کی دیوار کو ڈھا دے



کوثر غم سرور میں، لٹاتے ہوئے نکلو
روتے ہوئے دنیا کو، رُلاتے ہوئے نکلو
مظلوم کا پیغام، سناتے ہوئے نکلو
عباس کے پرچم کو، اٹھاتے ہوئے نکلو
ہر نقش قدم راہِ حقیقت کا پتہ دے

بتلاؤ کہ شبیر سا رہبر نہ ملے گا
کونین میں ان کا کوئی ہم سر نہ ملے گا
سردارِ جنناں ساقی کوثر نہ ملے گا
اس در کے سوا اور کوئی در نہ ملے گا
جس در پہ فرشتہ بھی گدا بن کے صدا دے

ممکن نہ ہوا کر کے جو سروڑ نے دکھایا
خوش نودی مولا میں بھرے گھر کو لٹایا
اکبر کو اٹھایا کبھی اصغر کو سلایا
شبیر نے سر دے کے زمانے کو بتایا
زندہ ہے وہی موت کی گردن جو جھکا دے

بڑھتے ہوئے باطل کے قدم توڑنے والے
ایوانِ تکبر کے صنم توڑنے والے
اے تشنہ دہاں خاک پہ دم توڑنے والے
حیران ہیں خود تجھ پہ ستم توڑنے والے
ہے کون، تہ تیغ جو اُمت کو دعا دے

یہ صبر یہ ضبط اور یہ ہمت نہیں دیکھی
انساں کی یہ معراج، یہ عظمت نہیں دیکھی
جڑ تیرے کسی میں بھی یہ جرأت نہیں دیکھی
حیدر کی قسم ہم نے یہ قوت نہیں دیکھی
فلت سے جو کثرت کے ارادوں کو مٹا دے

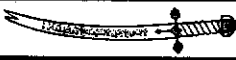
کہنے کو مسلمان تھے وہ ظلم کے بانی
 مہمان بلا کر نہ دیا شاہ کو پانی
 مٹی میں ملا دی علی اکبر کی جوانی
 ہم شکل پیہر تھا وہ شبیر کا جانی
 تصویر کا یہ رخ بھی زمانے کو دکھا دے

چہرے پہ ملے خون قدم تیز بڑھائے
 اک ننھی سی میت کو کیچے سے لگائے
 یہ کون چلا جاتا ہے گردن کو جھکائے
 ماں در پہ ہے خیمے کے کہیں دیکھ نہ پائے
 فضا سے کہو خیمے کے پردے کو گرا دے

نظر اٹھے تو ذرا روشنی کی منزل میں

نظر اٹھے تو ذرا روشنی کی منزل میں
 تجلیاں ہیں بہت زندگی کی منزل میں
 کہے گی طاعت حق بندگی کی منزل میں
 قسم خدا کی وحی نبی کی منزل میں
 نہ آسکے گا کوئی بھی علی کی منزل میں

مگر حسین ہیں انوارِ چہرہ داوڑ
 رئیس خلد بریں، ابنِ ساقی کوثر
 یہ کربلا کے بہادر، وہ فاتحِ خیبر
 امام دونوں ہیں اور دونوں شفیعِ محشر
 کہاں ہیں ایسے سفینے کسی کی منزل میں



شکن جبین کی جو دیکھی تو لشکری بھاگے
 ہوئی وہ شام کے لشکر میں اتری بھاگے
 پڑی تھی جسموں میں کچھ ایسی تھر تھری بھاگے
 مقام جنگ سے ڈر ڈر کے خیر ہی بھی بھاگے
 علی کا شیر جب آیا علی کی منزل میں

مقام ظلم میں ثابت قدم شبہ صفر
 شہید کرب و بلا اور کشتہ خنجر
 حسین ابن علی ابن ساقی کوثر
 ترا جواب نہ تاریخ میں ملا سرور
 ہنسی لبوں پہ رہی بے بسی کی منزل میں

یہ رنج و غم، یہ عبادت، یہ پیاس، یہ سجدہ
 بوقت عصر جو تھی کر بلا بنی کعبہ
 دُور نور یہ ہے جیسے بارشِ جلوہ
 نظر سے دیکھ رہی ہے حسین کا چہرہ
 شریعت نبوی روشنی کی منزل میں

رُخ حسین پہ وہ سرخی شہادت ہے
 زمین و عرش لرزتے ہیں اک قیامت ہے
 ستم کو خود ہی جفا کاروں سے شکایت ہے
 کمائیں سہمی ہوئی تیروں کو ندامت ہے
 ہنسا صغیر مگر بے کسی کی منزل میں

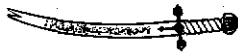
ستم شعار نہ عباس کی طرف دیکھیں
 کہو ذات کے ساحل کو چھوڑ کر بھاگیں
 صفوں کو توڑ کے دوبارہ اب کہیں ٹھہریں
 جفا و جور کی انھیں نہ اب کہیں موجیں
 علی کا شیر ہے تشنہ لبی کی منزل میں

چراغ جس نے عبادت کے کردیئے روشن
کئے وہ سجدے کے ذروں میں کھل گئے گلشن
علیٰ کے لاڈلے بیٹے حسین شاہِ زمن
ہے لا الہ کی صورت تیری جہیں کی شکن
ہے برق طور تو ہی تیرگی کی منزل میں

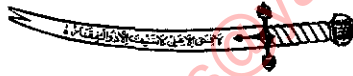


کہا عباسؑ نے اک آن میں نقشہ پلٹ جائے

کہا عباسؑ نے اک آن میں نقشہ پلٹ جائے
ہو اذنِ شہدہ تو ہر علقہ لاشوں سے پٹ جائے
علمدارِ حسینی ہوں اجازت شہدہ کی گر پاؤں
کروں وہ جنگ، جنگ خیبری ذہنوں سے ہٹ جائے
لعین یہ کہہ کے بھاگے نہر سے، وہ شیر آتا ہے
نگاہِ قہر سے جو دیکھ لے، دریا سمٹ جائے
نگاہِ غیظ سے ان کی، لرز جاتا ہے سورج بھی
یہ اٹھیں آستیں تو، دہر کا طبقہ اُلٹ جائے
علیٰ کے شیر سے ٹکرائے فوجِ ظلم، ناممکن
اگر آئے اجل بھی سامنے تھرا کے ہٹ جائے
حسینی ہوں مرے قدموں کو جنبش ہو نہیں سکتی
پلٹتا ہے جو دنیا کی ہوا کا رخ پلٹ جائے
یہ حسرت ہے ثنائے مرتضیٰ میں غیر کے ہاتھوں
زباں میری بھی مثلِ میثم تمار کٹ جائے



خدا ہی جانے اس کا حشر کیا ہوگا سر محشر
 فسانے کی طرح سے جو کلام پاک رٹ جائے
 نبیؐ سے کون باتیں کرتا تھا ہو جائے یہ ظاہر
 یہ پردہ درمیاں سے گرشب معراج ہٹ جائے
 جو بچہ گھٹنیوں چلنے نہ پائے روزِ عاشورہ
 قضا کے سامنے وہ مسکرائے اور ہٹ جائے
 یہ عظمت ہے کہ آنکھیں بند کر لیں چاند سورج بھی
 جو مفتح زینبؓ و کلثومؓ کے ماتھے سے ہٹ جائے
 دُعا خالق سے اُٹھتے بیٹھتے کرتا ہوں یہ اصغرؑ
 نبیؐ کی آل ہی کا ذکر ہو اور عمر کٹ جائے



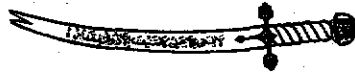
لاش اکبرؑ اُٹھا رہے ہیں حسینؑ

سید علیؑ سچے رضوی

لاش اکبرؑ اُٹھا رہے ہیں حسینؑ
 دل کی قوت دکھا رہے ہیں حسینؑ
 دل کی راہوں پہ آنسوؤں کے چراغ
 کر لو روشن کہ آرہے ہیں حسینؑ
 جس جگہ رکھ رہے ہیں پیشانی
 فخر کعبہ بنا رہے ہیں حسینؑ
 لڑکھڑائے ہیں انبیاء کے قدم
 جس جگہ مسکرا رہے ہیں حسینؑ



کر کے جنت تمام اعدا سے
 زورِ حیدر دکھا رہے ہیں حسین
 دو صدا ہو کہاں علی اکبر
 ٹھوکرین رن میں کھا رہے ہیں حسین
 آنکھ کھولو پدر کا حال ہے غیر
 اٹھو اکبر جگا رہے ہیں حسین
 جاؤ خیمہ میں جاؤ اے زینب
 لاش اکبر کی لا رہے ہیں حسین
 آہ کرتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں
 کس کا لاش اٹھا رہے ہیں حسین
 جن کے قاسم کے لاش کے ٹکڑے
 اپنے دامن میں لا رہے ہیں حسین
 ماں کہاں ہے دہن کہاں ہے چھپی
 ساتھ دولہا کے آرہے ہیں حسین
 زلزلے میں ہے کیوں زمیں شاید
 قبر اصغر بنا رہے ہیں حسین



رہنے کے لئے دل میں ہے شبیر کی صورت

رہنے کے لئے دل میں ہے شبیر کی صورت
 آئینہ بدلتا ہے تصویر کی صورت
 حسنین و نبی حیدر و زہرا ہیں کساء میں
 تفسیر کے پیکر میں ہے تطہیر کی صورت

قربانی شبیر خلیل آپ بھی دیکھیں
یوں خواب کو مل جاتی ہے تعبیر کی صورت
کیا جھپٹے ہیں دشمن پہ حبیب ابن مظاہر
جو مثل کماں تھے وہ گئے تیر کی صورت
اب اور نہ دنیا میں خلیل، اور نہ شبیر
ہر خواب دکھاتا نہیں تعبیر کی صورت
ہن من کی صداؤں پہ مچلتے تھے جو اصغر
ماں دیکھ کے رہ جاتی تھی بے شیر کی صورت
جب آیا ہے سجاد کے قدموں کا تصور
اشکوں میں اتر آئی ہے زنجیر کی صورت
کیا آئے سکوں دل کو مرے کہتی تھی بانو
آنکھوں میں پھرا کرتی ہے بے شیر کی صورت
ایسی تھی کہ شوہر نے بھی جب آئی ہیں گھر میں
پہچانی نہیں زینب دل گیر کی صورت
باطل کی فضاؤں میں وحی حق کے فدائی
حربن کے بدل دیتے ہیں تقدیر کی صورت



گھر میں تھیں شاہ کے جو کنیزانِ نیک نام

نسیم امروہی

گھر میں تھیں شاہ کے جو کنیزانِ نیک نام
شیریں تھی ان میں ایک گل اندام خوش کلام

بانو کے گھر میں اُس نے وہ پیدا کیا مقام
جو خدمت بتولؑ میں فضہ کا احترام
اس نیک دل نے ان کا جو دل شاد کر دیا
یہ حریت پسند تھیں آزاد کر دیا

ہونے لگی حرم سے جو رخصت وہ باوقار
بانو کو دیکھ دیکھ کر روتی تھی زار زار
کرتی تھی شہمہ سے عرض یہ رورو کے بے قرار
اس گھر سے ایک شرط پہ جاتی ہے خاکسار
وعدہ کریں حضور مرے گھر پہ آئیں گے

بولے اک آہ بھر کے شہنشاہ مشرقین
اچھا سدھارو بی بی بھی آئے گا حسینؑ
وہ بولی اور سب حرم شاہ مشرقین
خالق نے کی ہے ان کی زیارت بھی فرض عین

ہمسیاں سر آنکھوں پہ سب کو بٹھائیں گی
حضرت نے سر جھکا کے کہا یہ بھی آئیں گی

خوش ہو گئی یہ سن کے جو شیریں باوفا
پھیلا کے گود دلبر زہراؑ کو دی دُعا
چلا لگی توشہ نے یہ بانو کو دی ندا
پوشاک و زادِ راہ اسے کیجیے عطا

خلعت بھی ایک دیجیئے اس دل ملول کو
اک دن ردائیں دے گی یہ آلِ رسولؐ کو

اک دن سنا کہ آتے ہیں اس درو کے طیب
ہے کاروانِ قبلہ عالم بہت قریب
دل میں کہا کہ کھل گئے قسمت ترے نصیب
وعدہ وفائی کے لئے آئے مرے حبیب



دیکھو یہ مرحمت کی نظر اہلیت کی

آمد ہے مجھ غریب کے گھر اہلیت کی

ناگاہ گھر میں آ کے کسی نے یہ دی خبر

آیا قریب قافلہ شاہ بحر و بر

شاید کسی جہاد سے آتے ہیں شہہ ادھر

ہمراہ کچھ اسیر ہیں کچھ سر لہو میں تر

خوش ہو کے وہ پکاری یہ ہر اک فدائی کو

لوگو! حسین آئے، چلو پیشوائی کو

سامانِ نذر لے کے وہ گھر سے ہوئی رواں

آئی درونِ قلعہ تو دیکھا عجب سماں

ناقوں پر سر کھلے ہوئے چند بیبیاں

ہے اک مریض بستہ زنجیر ساربان

رسی میں کچھ بندھے ہوئے بچے نڈھال ہیں

رخسار گلِ رخوں کے طمانچوں سے لال ہیں

حیران ہو کے رہ گئی شیریں باوفا

پوچھا یہ ساربان سے بڑھ کر کہ میں فدا

کس جرم پر امام نے تم کو یہ دی سزا

شکلیں تو کہہ رہی ہیں کہ تم سب ہو بے خطا

اللہ کس سبب سے یہ قید شدید ہے

بے پردگی کا حکم تو شہہ سے بعید ہے

بولا اک آہ بھر کے وہ بیمار و نیم جاں

بی بی اماں کا یہ نہیں لشکرِ گراں

قیدی ہیں میرِ شام کے ہم زار و ناتواں

غش ہو گیا یہ کہہ کے نقاہت سے ساربان

ناقے رُکے تو ظلم ہوئے بے گناہ پر

دُڑے پڑے حسین کے نورِ نگاہ پر

شیریں تڑپ کے رہ گئی آنسو ہوئے رواں

بولی یہ بیبیوں سے بصد نالہ و فغاں

لوگو! بتاؤ کچھ خبر سرورِ زماں

تم کس جگہ سے آئے ہو شبیر ہیں کہاں

یارب پھر ایک بار میں سرور کو دیکھ لوں

عابد کو دیکھ لوں، علی اکبر کو دیکھ لوں

میں نے سنا تھا لاتے ہیں تشریف شاہ دیں

کیا راہ میں امام اُم رک گئے کہیں

بولی دبی زبان سے یہ زینبِ حزیں

ہم خود ہیں نیم جاں ہمیں اپنی خبر نہیں

شیریں صدا کو سن کے عرق میں نہا گئی

کانوں میں اک سنی ہوئی آواز آ گئی

سر پیٹ کے پکاری وہ آفت کی بٹلا

بی بی نہ منہ چھپائیے، پہچان لے خدا

چہرے سے اب تو بال ہٹا دیجئے ذرا

لوٹدی ہوں میں تو آپ کی مجھ سے حجاب کیا

یا کبریا! میں جاگتی ہوں یا کہ خواب ہے

بانو کے دشمنوں کی یہ حالت خراب ہے

بنت علیٰ پکاری کہ بے جا ہے یہ گماں

بانو کہاں؟ یہ قیدی دامِ بلا کہاں

میں اک کنیرِ فاطمہؑ اور وہ شہہ زماں

اُن کا پسرِ امامؑ مرا لال سارباں

وہ کہتی ہے کہ آپ تو بانو ضرور ہیں

حیرت یہ ہے کہ سبطِ شبیرؑ سے دُور ہیں



زیئب کا یہ بیان ہے بانو نہیں ہوں میں
بانو کی اور شان ہے بانو نہیں ہوں میں
اُن کا پسر جوان ہے بانو نہیں ہوں میں
میرا اکیلی جان ہے بانو نہیں ہوں میں

ان کی تو گود میں چھ مہینے کا لال ہے
بچے کو چھوڑ دے کوئی ماں یہ محال ہے

بی بی میں ہاتھ جوڑتی ہوں مجھ پہ رحم کھاؤ
بی بی کی درد مند ہوں میں درد دل سناؤ
لوٹدی نثار نام نہ اپنا تو اب چھپاؤ
مولا مرے کہاں گئے للہ کچھ بتاؤ

للہ یہ عرض ہو قبول کنیز امام کی
تم کو قسم حسین علیہ السلام کی

رو کر پکاری دختر زہرا بہ قلب زار
بھائی کی دے نہ مجھ کو قسم بہر کردگار
لے دل کو اب سنبھال سناقی ہوں حال زار
زیئب ہوں میں حسین کی ہمیشہ دلفگار

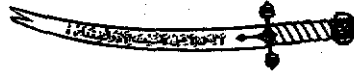
پردیس میں بہن شہہ والا سے چھٹ گئی
مقتل میں میرے بھائی کی سرکار لٹ گئی

آگے جو میرے ناقے کے ہے مرکز نظر
نیزے پہ یہ بلند مرے بھائی کا ہے سر
یہ ساربان گرا تھا جو غش کھا کے خاک پر
عابد یہی ہے بانوئے ذی جاہ کا پسر

اس کے سوا ہر اک کا لہو رن میں بہہ گیا
تہا مریض ٹھوکرین کھانے کو رہ گیا

سر پیٹتی چلی سوئے نیزہ بہ حال زار

نیزے کے پاس آ کے پکاری وہ دلفگار
اے میرے مہمان ترے آنے کے میں نثار
وعدہ وفا کی اے شاہ نامدار
مدت کے بعد لونڈی کو زلوانے آئے ہو
زینب کا سر کھلا مجھے دکھلانے آئے ہو

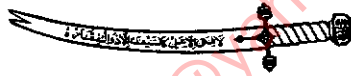


سر علی کا سجدہ خالق میں ضربت کے لئے

خجل لکھنوی

سر علی کا سجدہ خالق میں ضربت کے لئے
حشر تک اک داغ رسوائی ہے امت کے لئے
حکم ہے اللہ کا جس کو موڈت کے لئے
جن لیا امت نے ان سب کو عداوت کے لئے
گھر لٹایا، جان تک دے دی ہدایت کے لئے
اور کیا کرتے گنہ گارانِ امت کے لئے
حیدر کرار سے ورثہ ملا اولاد کو
ہو گئی قسمت شہادت ہر امامت کے لئے
گھر میں خالق کے امیر المومنین کا قتل ہو
مسجد کوفہ بنی تھی اس قیامت کے لئے
اپنے قاتل کو بھی بھجواتے ہیں شربت مصطفیٰ
ہائے کیا کہنے! اب اس شان مروت کے لئے
خود نہ جانے کوئی تو پھر ہے علی کا کیا قصور

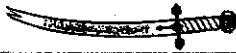
باب جنت کھول کے رکھے ہیں امت کے لئے
 سجدہ حق میں علیؑ اور سر پہ ہے قاتل کی تیغ
 بندہ ایسا چاہئے، ایسی عبادت کے لئے
 تفرقہ اسلام میں پیدا نہ ہو اس واسطے
 اپنا حق بھی دے دیا تنظیم ملت کے لئے
 اس قدر احساں ہوں جبکہ وہ سجدہ میں جھکے
 واہ اے دنیا اسی کا سر ہو ضربت کے لئے
 ہے یہی عرض چل یا علیؑ پائین پا
 اک طرف دو گز زمین میری بھی تربت کیلئے



خشک ہونٹوں پر زباں اپنی پھرا کر رہ گیا

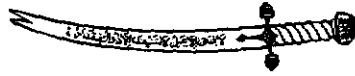
حامد لکھنوی

خشک ہونٹوں پر زباں اپنی پھرا کر رہ گیا
 شاہ کے ہاتھوں پہ اصغر تیر کھا کر رہ گیا
 تابع حکم امامت تھر تھرا کر رہ گیا
 مشکلیں بھر لیں آستینوں کو چڑھا کر رہ گیا
 اس کو کیا کرتا کہ پنجہ میں اجل کے تھا اسیر
 نعرہ حیدر سے مرجب بوکھلا کر رہ گیا
 وہ وفا کی جان تھا، اس پر وفا کو ناز تھا
 خون میں اپنے جو ساحل پر نہا کر رہ گیا
 کہتی تھیں صغراء، ارے اونٹلیوں والے مرے



کیا پسند آیا کہ تو جنگل بسا کر رہ گیا
تذکرے اہل وطن میں تھے کہ اب مایوس ہیں
شاید ابن فاطمہؑ پر دیس جا کر رہ گیا
صبر سبط مصطفیٰؑ کہتا تھا ابن سعد سے
کیوں ستم کی ساری طاقت آزما کر رہ گیا
پوچھنا تھا قبر میں حامد سے کچھ اس کو سوال
جب علیؑ آئے فرشتہ بوکھلا کر رہ گیا

Jabir.abbas@yahoo.com



بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے

حامد لکھنوی

بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے کیا کروں چارہ گر نہیں آتے
بے سبب اشک بھر نہیں آتے زخم دل کے نظر نہیں آتے

دل سے رورو کے بہتی تھیں صغریٰ شاہ آتے نظر نہیں آتے
عالم زور سے ہیں جو تیرہ دروں وہ کبھی راہ پر نہیں آتے

دل ہوا ٹکڑے دیکھ کر جھولا ماں کو اصغر نظر نہیں آتے
ہیں پریشاں ورق پہ قرآں کے سر دربار سر نہیں آتے

کربلا آئے تھے جو یثرب سے وہ مسافر نظر نہیں آتے
پکاری رضا ملی تو چلے علی اکبر ادھر نہیں آتے

شاہ کہتے تھے رات ہو گئی کیا رن میں اکبر نظر نہیں آتے
جائیں جو چھوڑ کے وطن حامد کیا مسافر وہ گھر نہیں آتے

شریک دعوتِ اسلام ہیں ابوطالب

نسیم امروہوی

شریک دعوتِ اسلام ہیں، ابوطالب
نبی کو حق کا اک انعام ہیں، ابوطالب
حرمِ وحی میں اِلہام ہیں، ابوطالب
حرم کے عزم کا احرام ہیں، ابوطالب

یہ چن کے لائے جو غنچے، وہ پھول ہو جائے
پھر ان کی گود میں، پل کر رسول ہو جائے

رسولِ رب کے نگہبان ہیں، ابوطالب
نبی ہیں دین تو ایمان ہیں، ابوطالب
نزل وحی کا عنوان ہیں، ابوطالب
بغیر لفظوں کا قرآن ہیں، ابوطالب

اُنہی کے دم سے ہوئی، ابتدائے بسم اللہ
اُنہی نے نقطہ دیا، زیرِ ہائے بسم

پیبری کی بلاؤں کا ردا، ابوطالب
مددِ خدا کی ہے شکل مدد، ابوطالب
نبی کو ڈھال دمِ جدو کدا، ابوطالب
نشانہ ختمِ رسول اور زد، ابوطالب

جہاد ان کا ہے، پھر
علی ہیں بعد میں ان
پہلے بعد علی

نظر چرا گئی دنیا مگر، ابوطالب

کے تھے نصرت حق پر کمر، ابوطالب
ہزاروں تیغیں تھیں اور اک پسر، ابوطالب
رکھے تھے اپنی ہتھیلی پہ سر، ابوطالب
لگن جو اُن کو نہ ہوتی، چراغ گل ہوتا
نبیؐ کا فاتحہ، قرآن کا بھی قل ہوتا

ہر ایک محل میں ہیں مشکل کا حل، ابوطالب
نبیؐ کی جرأت، عزم و عمل، ابوطالب
مخالفوں کی روش میں اٹل، ابوطالب
کہ سیل تند کی پر کنول، ابوطالب
انکے رجب سے خائف، عرب کے خود مر تھے
گنتو تو فرد تھے، سمجھو تو اک لشکر تھے

انہی کے گھر میں ہیں خیر الانام، صلی علی
پسر نبیؐ کا ہے قائم مقام، صلی علی
کسے نصیب ہے یہ احترام، صلی علی
کہ ان کے خورد ہیں سارے امام، صلی علی
خطا معاف ہو یہ بھی، اگر نہیں مومن
تو پھر جہاں میں، کوئی بشر نہیں مومن

بچتے یہ روایت، نہ سیرت و کردار
کچھ سے، اب ان کو دیکھئے اک بار
یہ بارگاہ رسالت میں آپ کا تھا وقار
پچھاڑیں کھا کے، انہیں روئے احمد مختار

وہ عام حزن بنا ان کا، جب وصال ہوا
یہ غم رسولؐ کی امت میں، اک سال ہوا
کہاں ہے تنگ نظر، ہم سے بھی آنکھ ملا
ہے ان کے کفر کا دعویٰ، کچھ ثبوت بھی لا

کوئی تو رسم جہالت کی، ان کے گھر میں دکھا
بتوں کے آگے جھکا ان کا سر، سر اپنا جھکا

خدا کے نور پہ او خاک ڈالنے والے

یہ بت شکن کو ہیں، گودی میں پالنے والے

رسول ان کا، بڑا احترام کرتے ہیں

صوابدید سے، تنظیم عام کرتے ہیں

سحر کو اٹھتے ہی، اول یہ کام کرتے ہیں

انہیں نماز سے پہلے، سلام کرتے ہیں

نبی اگر کسی کافر کو، یوں سلامی ہے

تو پھر ضرور نبوت میں، کوئی خای ہے

یہ مرنے والا گر، ایمان ہی نہ لایا تھا

تو کیا رسول نے، کافر کا غم منایا تھا

زباں پہ وا اپنا بار بار آیا تھا

وہ خود بھی روئے تھے اوروں کو بھی رُلایا تھا

جتنا دیا تھا، کہ جو محسن رسالت ہے

تو اس کو رد نہ کرنا نبی کی سنت ہے

یہ بات اگر ہوا اجازت، تو پوچھ لوں میں یہیں

حسین ابن علی، کیا نہیں تجھے محسن دیں

ہم ان کو روئیں، تو پھر کیوں ہو کوئی چین بچیں

بنے تھے ان کا، تو ناقہ رسول عرش نشیں

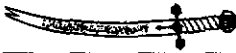
حسین سوئے شہد مرسلین کے سینہ پر

غضب ہے، شمر کا زانو، انہیں کے سینہ پر

بگوش ہوش، کچھ اب حال کر بلا سینے

سنا جو میرے تصور نے، وہ ذرا سینے

بیان ہمت و صبر شہد ہدا سینے



وہ آتی ہے، ملک الموت کی صدا سنئے
ملا جو حکم، کہ سر سے نکال جان حسینؑ
کہا کہ سخت ہے، یارب یہ امتحان حسین

لگا ہے رخم تیر، بہہ رہا ہے سر سے لہو
بھرے ہیں خون میں، جان رسولؐ کے گیسو
قریب جا کے رکھوں، دل پہ کس طرح قابو
کہ اس لہو میں تو ہے، فاطمہؑ کے دودھ کی بو

ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال، آنکھوں میں
کہا بہن کا ہے اس دم خیال، آنکھوں میں

میں پھر ان آنکھوں پہ ڈھاؤں ستم، یہ کیا ہے ضرور
بچھڑ کے جو علی اکبرؑ سے ہو گئی، بے نور
ندا یہ آئی دہن سے نکال، جان حضور
کب دہن میں تو کانٹے پڑے ہیں، رب غفور

یہ جان بلب ستم، و جور اشقیاء سے ہیں
زبان ہے سوکھی ہوئی، تین دن سے پیاسے ہیں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ، جان ان کی
کہا میں کیا کروں، گردن پہ چل رہی ہے چھری
چھڑی پکڑ کے یہ چلائی ہے، کوئی بی بی
نہ ذبح کر میرے بچے کو، میں دعا دوں گی

جہاں رواں، تیرے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہ، رسالت مآب ہے ظالم

ندا یہ آئی، کہ سینے سے قبض کر لے جان
کہا کہ تیروں سے چھپائی ہے، اے میرے رحمن
ابھی تو مار کے برچھی، ہٹا ہے اک شیطان
اور اب تو ہے، تہہ زانوئے شمر یہ قرآن



یہ کرب ہے کہ رُخ پاک، زرد ہے یارب
تیرے حسین کے سینے میں، درد ہے یارب

ندا یہ آئی، مظلومیت کے رُتبہ شناس
کمرے سے کھینچ لے، صابر کی جان بے وسواس
کہا ملک نے تڑپ کر، بہ درد حسرت و یاس
کمر تو ٹوٹ گئی، جب سے مر گئے عباس

صدائے غیب یہ آئی، بحال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغر کے، لال ہے چہرہ

یہ گفتگو تھی کہ مرجھا گیا رسول کا پھول
فلک سے آگئے، روح الامین، حزین و ملول
کہا پکار کے، منہ ڈھانپ لو برائے رسول
پسر کی لاش پہ کھولیں گی، اپنے بال بتول

صدا یہ سن کے، اُسی سمت چل پڑی زینبؓ
تڑپ کے خیمے سے، باہر نکل پڑی زینبؓ

نسیم ادھر سے، تو قدسی کی یہ صدا آئی
ادھر تڑپتی ہوئی بنت مرتضیٰ آئی
قریب لاش، جو خواہر بصد بکا آئی
انہی کے حلق بریدہ سے، یہ صدا آئی

کوئی بزرگ نہ اب ہے نہ خورد ہے زینبؓ
نبیؐ کی آل تمہارے سپرد ہے زینبؓ



بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے

حامد لکھنوی

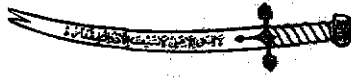
بولیں صغریٰ پدر نہیں آتے کیا کروں چارہ گر نہیں آتے
بے سبب اشک بھر نہیں آتے زخمِ دل کے نظر نہیں آتے

دل سے رورو کے کہتی تھیں صغریٰ شاہ آتے نظر نہیں آتے
عالم زور سے ہیں جو تیرہ دروں وہ کبھی راہ پر نہیں آتے

دل ہوا ٹکڑے دیکھ کر جھولا ماں کو اصغر نظر نہیں آتے
ہیں پریشاں ورق پہ قرآں کے سرِ دربار سر نہیں آتے

کر بلا آئے تھے جو یثرب سے وہ مسافر نظر نہیں آتے
ماں پکاری رضا ملی تو چلے علی اکبر ادھر نہیں آتے

شاہ کہتے تھے رات ہوگئی کیا رن میں اکبر نظر نہیں آتے
جائیں جو چھوڑ کے وطن حامد کیا مسافر وہ گھر نہیں آتے



شریک دعوتِ اسلام ہیں ابوطالب

نسیم امروہوی

شریک دعوتِ اسلام ہیں، ابوطالب
نبی کو حق کا اک انعام ہیں، ابوطالب
حریم وحی میں الہام ہیں، ابوطالب
حرم کے عزم کا احرام ہیں، ابوطالب

یہ چن کے لائے جو غنچہ، وہ پھول ہو جائے

پھر ان کی گود میں، پل کر رسول ہو جائے

رسولِ رب کے نگہبان ہیں، ابوطالب
نبی ہیں دین تو ایمان ہیں، ابوطالب
نزدل وحی کا عنوان ہیں، ابوطالب
بغیر لفظوں کا قرآن ہیں، ابوطالب

اُنہی کے دم سے ہوئی، ابتدائے بسم اللہ

اُنہی نے نقطہ دیا، زیر ہائے بسم اللہ

پیامبری کی بلاؤں کا ردا، ابوطالب
مدد خدا کی ہے شکل مدد، ابوطالب
نبی کو ڈھال دم جدو کدا، ابوطالب
نشانہ ختم رسول اور زد، ابوطالب

جہاد ان کا ہے، پس منظر جہاد علی

علی ہیں بعد میں ان کے، یہ پہلے بعد علی

نظر چرا گئی دنیا مگر، ابوطالب



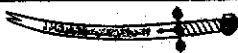
کے تھے نصرت حق پر کمر، ابوطالب
ہزاروں تیغیں تھیں اور اک پسر، ابوطالب
رکھے تھے اپنی ہتھیلی پہ سر، ابوطالب
لگن جو اُن کو نہ ہوتی، چراغ گل ہوتا
نبیؐ کا فاتحہ، قرآن کا بھی قل ہوتا

ہر ایک محل میں ہیں مشکل کا حل، ابوطالب
نبیؐ کی جرأت، عزم و عمل، ابوطالب
مخالفوں کی روش میں اٹل، ابوطالب
کہ سیل تند کی پر کنول، ابوطالب
انکے رجب سے خائف، عرب کے خود سر تھے
گنو تو فرد تھے، سمجھو تو اک لشکر تھے

انہی کے گھر میں ہیں خیر الانام، صلی علی
پسر نبیؐ کا ہے قائم مقام، صلی علی
کسے نصیب ہے یہ احترام، صلی علی
کہ ان کے خورد ہیں سارے امام، صلی علی
خطا معاف ہو یہ بھی، اگر نہیں مومن
تو پھر جہاں میں، کوئی بشر نہیں مومن

نہ جانچئے یہ روایت، نہ سیرت و کردار
نبیؐ کی آنکھ سے، اب ان کو دیکھئے اک بار
یہ بارگاہ رسالت میں آپ کا تھا وقار
پچھاڑیں کھا کے، انہیں روئے احمد مختار

وہ عام حزن بنا ان کا، جب وصال ہوا
یہ غم رسولؐ کی امت میں، اک سال ہوا
کہاں ہے تنگ نظر، ہم سے بھی آنکھ ملا
ہے ان کے کفر کا دعویٰ، کچھ ثبوت بھی لا



کوئی تو رسم جہالت کی، ان کے گھر میں دکھا
بتوں کے آگے جھکا ان کا سر، سر اپنا جھکا
خدا کے نور پہ او خاک ڈالنے والے
یہ بت شکن کو ہیں، گودی میں پالنے والے

رسولؐ ان کا، بڑا احترام کرتے ہیں
صوابدید سے، تنظیم عام کرتے ہیں
سحر کو اٹھتے ہی، اول یہ کام کرتے ہیں
انہیں نماز سے پہلے، سلام کرتے ہیں
نبیؐ اگر کسی کافر کو، یوں سلامی ہے
تو پھر ضرور نبوت میں، کوئی خالی ہے

یہ مرنے والا گر، ایمان ہی نہ لایا تھا
تو کیا رسولؐ نے، کافر کا غم منایا تھا
زباں پہ وا ابنا بار بار آیا تھا
وہ خود بھی روئے تھے اوروں کو بھی رُلایا تھا
جتنا دیا تھا، کہ جو محسن رسالت ہے
تو اس کو رد نا رُلانا نبیؐ کی سنت ہے

یہ بات اگر ہوا اجازت، تو پوچھ لوں میں یہیں
حسینؑ ابن علی، کیا نہیں تجھے محسن دیں
ہم ان کو روئیں، تو پھر کیوں ہو کوئی چین بچیں
بنے تھے ان کا، تو ناقہ رسولؐ عرش نشیں

حسینؑ سوئے شہہ مُرسلین کے سینہ پر
غضب ہے، شمر کا زانو، انہیں کے سینہ پر

بگوش ہوش، کچھ اب حال کر بلا سینے
سنا جو میرے تصور نے وہ ذرا سینے
بیان ہمت و صبر شہہ ہدا سینے



وہ آتی ہے، ملک الموت کی صدا سنئے
ملا جو حکم، کہ سر سے نکال جان حسینؑ
کہا کہ سخت ہے، یارب یہ امتحان حسین

لگا ہے زخم تیر، بہہ رہا ہے سر سے لہو
بھرے ہیں خون میں، جان رسولؐ کے گیسو
قریب جا کے رکھوں، دل پہ کس طرح قابو
کہ اس لہو میں تو ہے، فاطمہؑ کے دودھ کی بو

ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال، آنکھوں میں
کہا بہن کا ہے اس دم خیال، آنکھوں میں

میں پھر ان آنکھوں پہ ڈھاؤں ستم، یہ کیا ہے ضرور
بچھڑ کے جو علی اکبرؑ سے ہو گئی، بے نور
ندا یہ آئی دہن سے نکال، جان حضور
کب دہن میں تو کانٹے پڑے ہیں، رب غفور

یہ جان بلب ستم، و جور اشتیاق سے ہیں
زبان ہے سوکھی ہوئی، تین دن سے پیاسے ہیں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ، جان ان کی
کہا میں کیا کروں، گردن پہ چل رہی ہے چھری
چھڑی پکڑ کے یہ چلائی ہے، کوئی بی بی
نہ ذبح کر میرے بچے کو، میں دعا دوں گی

جہاں رواں، تیرے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہ، رسالت مآب ہے ظالم

ندا یہ آئی، کہ سینے سے قبض کر لے جان
کہا کہ تیروں سے چھلنی ہے، اے میرے رخصت
ابھی تو مار کے برجھی، ہٹا ہے اک شیطان
اور اب تو ہے، تہہ زانوئے شمر یہ قرآن

یہ کرب ہے کہ رُخ پاک، زرد ہے یارب
تیرے حسین کے سینے میں، درد ہے یارب

ندا یہ آئی، مظلومیت کے رُتبہ شناس
کمرے سے کھینچ لے، صابر کی جان بے دواس
کہا ملک نے تڑپ کر، بہ درد حسرت و یاس
کمر تو ٹوٹ گئی، جب سے مر گئے عباس

صدائے غیب یہ آئی، بحال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغر کے، لال ہے چہرہ

یہ گفتگو تھی کہ مرجھا گیا رسول کا پھول
فلک سے آگئے، روح الامین، حزین و ملول
کہا پکار کے، منہ ڈھانپ لو برائے رسول
پسر کی لاش پہ کھولیں گی، اپنے بال بتول

صدا یہ سن کے، اُسی سمت چل پڑی زینب
تڑپ کے خیمے سے، باہر نکل پڑی زینب

نسیم ادھر سے، تو قدسی کی یہ صدا آئی
ادھر تڑپتی ہوئی بنت مرتضیٰ آئی
قریب لاش، جو خواہر بصد بکا آئی
انہی کے حلق بریدہ سے، یہ صدا آئی

کوئی بزرگ نہ اب ہے نہ خورد ہے زینب
نبی کی آل تمہارے سپرد ہے زینب

حق کی تبلیغ کا پیغام ابوطالب ہیں

نسیم امرودہوی

حق کی تبلیغ کا پیغام، ابوطالبؑ ہیں
حافظِ حق سحر و شام، ابوطالبؑ ہیں
بانی دعوتِ اطعام، ابوطالبؑ ہیں
سب مسلمان ہیں اسلام، ابوطالبؑ ہیں

طور سینا سے، نہ وہ کعبے کے در سے نکلا

پہلے کے دین نبوی، ان کے ہی گھر سے نکلا

ان کی امداد سے، ہموار ہوئی راہِ نجات

پھر بھی دنیا نے کہی، ان کے لئے کفر کی بات

منکر و نزعہ کفار، عرب میں دن رات

ان کے ایما کا ثبوت، احمد مرسل کی حیات

سب دلیلیں پہ دلیل، ایک مگر غالب ہے

کل ایمان تو ایک، جزو ابوطالبؑ ہے

ہم کو تاریخ میں کوئی، یہ دکھائے تو کہیں

کب جھکی اور کہاں، بت کی طرف ان کی جبین

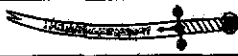
گود میں ان کی پلے، اور بڑھے بانی دیں

گھٹنیوں ان کی ہی منزل، میں چلی شرع میں

خانہ صدق و امانت کے، یہ سرکردہ ہیں

اک رسولؐ ایک امام، آپ کے پروردہ ہیں

ان مصالح پہ نہیں، کوئی کشیدہ ابرو



کہہ دیں کافر، جو پدر میں ہو علی کے بہی خو
بل تیوری پہ یہاں، اور وہاں اللہ ہو
دوستو پھول حلال، اور حرام اس کی بو
خون! اسلاف کا کیا آپ سے بدلہ لو گے
قتل! بیٹے نے کیا باپ سے بدلہ لو گے

ان کی منزل ہے وہی، شک ہو مسلط جن پر
جس میں ازراہ تقیہ، برضائے داور
حضرت ختم رسل نے، پے دفیعہ شر
صلح نامہ سے، نبی کاٹ دیا لکھوا کر
کفر کا ادروں پہ الزام، نہ کم ظرف رکھے
حوصلہ ہو تو، پیہر پہ کوئی حرف رکھے

یہ حفاظت جو ہے، میراث ابوطالب کی
منزلت اور بڑھی، اس کی پسر کو جو ملی
تھے حفاظت میں وہاں، ان کی فقط ایک نبی
ان کے بیٹوں کے بھی، ہر وقت محافظ ہیں علی
اس فضیلت کو کسی نفس ذکیہ سے سنو
جاؤ صفین میں، ابن حنیفہ سے سنو

حفظ سبطین محمدؐ، جو فریضہ تھا اہم
اہتمام اس کا علیؑ، کر گئے تھے مرتے دم
چھوٹے بیٹے کو بلا کر، یہ کہا دے کے علم
اب تمہیں سوچتے ہیں، اپنے بڑے فرض کو اہم

پسران شہ لولاک، کے حافظ تم ہو
ہے حمایت کو جو زینبؓ، تو محافظ تم ہو
جس طرح شاہ رسل کیلئے، ہم بن گئے ڈھال
تم امامت کی سپر ہو، یونہی اے ماہ کمال



خاص کرنہر کے ساحل پہ ہو، جب جنگ و جدال
 جانشین باپ کا، اپنے کو سمجھنا میرے لال
 تم کو ہم سوچتے ہیں، کام ابوطالب کا
 کربلا یاد رکھے، نام ابوطالب کا
 باپ کی تھی جو حمتا، وہی بیٹے نے کیا
 جیتے جی غم کبھی، شبیر کو ہونے نہ دیا
 جنگ میں ضبط کا حکم تھا حکم، تو غصہ کو پیا
 شہہ نے جو اسلحہ، لے جانے سے روکا نہ لیا
 تفتگی بھول گئے، نہر کی تیاری میں
 جنگ کی نفس سے، تکمیل وفاداری میں
 رن میں جب لوٹ مچی، چھن گئی زینب کی ردا
 دختر شہہ کی طرف، شمر بڑھا بہر جفا
 سوئے در دیکھ کے، یہ دلبر عباس بڑھا
 ماں نے دامن کو جو پکڑا، تو جھٹک کر یہ کہا
 آئے اب تک نہ، سکیں کی حمایت کے لئے
 نہر پہ جاتا ہوں، بابا سے شکایت کے لئے
 اماں جاں آپ کو کچھ یاد ہے، بابا کا کلام
 پانی لانے کو سدھارے تھے، جو بازوئے امام
 مجھ سے فرمایا تھا، تم ہو علی اصغر کے غلام
 رات دن ان کا جھلاتے رہو، جھولا یہ ہے کام
 یہ وصیت تھی مجھے، آپ مگر بھول گئے
 نہر پہ جا کے سکیں کو، پدر بھول گئے
 وہ جو ہوتے، تو نہ لٹا زر و زیور اماں
 چھینتا کوئی شقی، آپ کی چادر اماں
 یوں گھڑکتے، کسی بچے کو ستم گر اماں

کون لیتا، میری شہزادی کے گوہر اماں
 وہ نہ آئیں گے، تو دادا کو بلا لاؤں گا
 ان کے شکوے کے لئے، سوئے نجف جاؤں گا
 تم مگر شمر سے کہہ دو، نہ سکیٹہ کو ستا
 ان کے بدلے، مرا سرکاٹ لے او اہل جفا
 چھین لے شوق سے ظالم، مری اماں کی ردا
 پر مرے باپ کی، پیاری کو طمانچے نہ لگا

ان جھاؤں کی، یہ معصوم کہاں عادی ہے
 او شقی کس کو ستاتا ہے، یہ شہزادی ہے
 یہ سخن کہہ کے، بصد جرأت و احساس تمام
 بن گیا بڑھ کے، سکیٹہ کی سپر وہ گلفام
 شمر اعظم سے کیا، تان کے سینہ یہ کلام
 اب ستائے کوئی، بی بی کو تو دیکھے یہ غلام

یہ ستم ان کے عوض، سہنے کو تیار ہوں میں
 ہوں وفادار کا فرزند، وفادار ہوں میں

زندگی کی شب چراغ زیر داماں حسینؑ

نسیم امروہوی

زندگی کی شب چراغ، زیر داماں حسینؑ
 اور عشرے کی سحر، چاک گریباں حسینؑ

خود ہیں سردار شباب، گلشن خلد بریں
 اور شباب گلشن، جنت جواناں حسینؑ



زد پہ تیغ جور کی، آیا جو قرآن حکیم
 دل کے پارے کر دیئے قربان، قربان حسینؑ
 منتشر تھے، کربلا سے پہلے قرآن کے ورق
 حق کا شیرازہ بنی، زلف پریشان حسینؑ
 جس میں طاقت ہو، بڑھے آگے کرے ان کو فنا
 انکی شہہ رگ، دین حق، قرآن حق، جان حسینؑ
 گر ہمارے بزم غم میں، چرخ لائے انقلاب
 دست باقم سے الٹ دیں، ہم غلامانِ حسینؑ
 راہِ حق میں زر، پیر، سر، گھر، لٹائے تو کوئی
 پھر یہ ممکن ہے، کہ کچھ ہو جائے، عرفانِ حسینؑ
 ہائے وہ ٹوٹی کمر، وہ لاشِ فرزندِ جواں
 دیں سہارا، آ کے مقتل سے، رفیقانِ حسینؑ
 زخمِ تن پر، داغِ دل میں، منہ پہ اصغر کا لبو
 یوں پھلا پھولا، بیاباں میں گلستانِ حسینؑ
 کل نبی کی پشت پر تھے، اب سر نوکِ سان
 ایک وہ شانِ حسینؑ، اور ایک یہ شانِ حسینؑ
 بزمِ شبیری میں، یکساں ہیں نسیم اور جبریل
 آسمان پر وہ، زمین پر یہ ثنا خوانِ حسینؑ

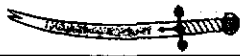
آخری جنگ سمجھ لو، اسے اپنے گھر کی
جانے پھر کب کھنچے تلوار، تقدم ولدی
جاؤ ایسا نہ ہو، اصحاب نہ جانے دیں تمہیں
جوڑ کر ہاتھ، نہ تلوار، اٹھانے دیں تمہیں
پاؤں تھامیں قدم، آگے نہ بڑھانے دیں تمہیں
روک لیں برچھیاں، میدان میں، نہ کھانے دیں تمہیں

یہ ہیں حد درجہ وفادار، تقدم ولدی
ام لیلیٰ در خیمہ سے، کہیں دیکھ نہ لے
رخ تمہارا سوئے فوج، لعین دیکھ نہ لے
ابر میں جاتے ہوئے، مہر جبین دیکھ نہ لے
شیر کو نیزوں کے جنگل کے، قہقہے دیکھ نہ لے
پھر تو جانا بھی ہو دشوار، تقدم ولدی
کہیں ایسا نہ ہو، زمین کو خبر ہو جائے
اور طلب عوں و محمد کی، ادھر ہو جائے
تاروں کو اذن سفر، قبل قمر ہو جائے
میری تربیت ہی سب، زیر و زبر ہو جائے
ہوسکے ہم سے نہ انکار، تقدم ولدی

کیا شانِ علمدار ہے، کیا شانِ علم ہے

مولانا سید حسن امداد

سقائے حرم، نازش تارخ، اُمم ہے
جرات میں جلالت میں شجاعت میں اتم ہے



ہمت ہمہ تن، رعب زسر، تا بہ قدم ہے
 کیا ذکر شجاعاں، عرب اور عجم ہے!
 ایسا تو جری، خود بنی ہاشم، میں بھی کم ہے
 اس گل میں بسی، سارے گلستان کی ہے خوشبو
 حمزہ سا جگر، جعفر طیار سے بازو
 حیدر سے خدوخال ہیں، فرق سرمو
 ہمت وہی، جرأت وہی، چتون وہی، ابرو
 ہاں ہاں یہ اسی ساخت کی شمشیر و دم ہے
 جو شان ہے حیدر کی، وہی شان یہاں ہے
 ہاں فرق فقط یہ ہے، کہ یہ تشنہ دہاں ہے
 کاندھے پہ علم، ہاتھ میں مرکب کی عنایاں ہے
 مرکب جو دواں ہے، تو علم سر درواں ہے
 راکب کے اشارے پہ فرس تیز قدم ہے
 ہے کوئی جو یوں، چھوٹے سے لشکر کو لڑائے
 کائناتوں سے شگوفوں کو، گل تر کو لڑائے
 جب وقت پڑے، سنگ سے گوہر کو لڑائے
 نو لاکھ سے صرف اپنے بہتر (۷۷) کو لڑائے
 لاریب کے یہ صرف، اسی شیر کا دم ہے
 شیران جری فوج کے سارے، ہوئے رخصت
 چڑھتے ہوئے طوفان کے دھارے، ہوئے رخصت
 گشتی شہادت کے سہارے ہوئے، رخصت
 اب چاند اکیلا ہے ستارے، ہوئے رخصت
 وہ جس کے نہ ہونے سے کمر، شاہ کی خم ہے
 یہ وارث اوصاف، بزرگانِ سلف ہے
 ماہ بنی ہاشم، دُر دریائے نجف ہے

حیدر سے جری باپ کا، یہ شیر خلف ہے
یہ چاند، وہ مطلع، یہ گہر ہے، وہ صدف ہے
یہ شمع کی گر لو ہے، تو وہ شمع حرم ہے

جا کر کوئی کہہ دے، پسر سعد جہاں سے
سنے کہ یہ سب بیچ، تیری موج گراں ہے
یہ تیغ شرر بار کے، کھینچتے ہی دھواں ہے
ہو جاتا ابھی فیصلہ، پر اذن کہاں ہے
مرضی تو یہاں مرضی، معصوم میں ضم ہے

ہے کوئی بہادر، کہ جو یوں جان پہ کھیلے
لاکھوں سے لڑے، چھین لے دریا کو اکیلے
پانی نہ پیئے، مشک بھرے، پیاس کو جھیلے
ہاں قبضہ دکھانے کے لئے، چلو میں لے لے
اور بان لے دنیا، کہ یہ سقائے حرم ہے

حسین ہی کا سا اقدام کر بلا کرتے

تجمل لکھنوی

حسین ہی کا سا اقدام، کر بلا کرتے
اگر رسول بھی ہوتے، تو اور کیا کرتے
علی سے بغض و عداوت نکالنے والے
بڑے جری تھے، تو مرجب کا سامنا کرتے

علی کا ذکر عبادت، سدا عبادت کی
یہ عمر آگئی اپنی، خدا خدا کرتے

ازل سے بندہ داور تھا، ان کا کیوں ہوتا
 علیؑ کی قدر، یہ دنیا پرست کیا کرتے
 خدا کو بھول گئے، جو زر پرستی میں
 وہ اور نبیؐ کی محبت، کا حق ادا کرتے
 رسولؐ اس لئے کہتے تھے، میں حسینؑ سے ہوں
 کیا وہ کار نمایاں، جو مصطفیٰؐ کرتے
 گئے حسینؑ، مدینے سے کربلا ورنہ
 یہ اہل شام، مدینے کو کربلا کرتے
 نبیؐ کے گھر کو اجاڑا ہے، کلمہ گو یوں نے
 یہ کوئی ظلم و ستم، کم ہے اور کیا کرتے
 وفا مرثت تھے ایسے، حسینؑ کے انصار
 جو ملتی عمر دوبارہ، تو پھر وفا کرتے



مزا لڑائی کا آجائے گا لعینوں کو

تجمل لکھنوی

مزا لڑائی کا آجائے گا لعینوں کو
 علیؑ کا شیر الٹا ہے آستینوں کو
 رہے گا جان عبادت حسینؑ کا سجدہ
 ملک ہزار جھکایا کریں جبینوں کو
 ملے جو خاک میں مل کر حبیب کے رُتے
 وہ مرتے نہیں حاصل فلک نشینوں کو

صفیں الٹ کے صدا دی یہ شاہ والا نے
 کہاں گئے جو چڑھاتے تھے آستینوں کو
 نماز پڑھ کے یہ کہتے تھے شہہ رفیقوں سے
 کبھی نہ بھولے گی یہ خاک ان جبینوں کو
 جواب عرش الہی ہے اہلیت کا گھر
 ملی مکاں کو بلندی شرف کینوں کو
 حسین دین کے اقدار کر دیئے زندہ
 ابھارا آپ نے ڈوبے ہوئے سفینوں کو
 مظاہرہ کیا امت نے بے وفائی کا
 ملا کے خاک میں زہرا کے مہ جبینوں کو
 یہ بات انیس میں دیکھی کہ جن میں شعر کہے
 فلک پہ رکھ دیا لے جا کے ان زمینوں کو



ماتم سبط پیمبر کی نشانی ہو کر

تجل حسین لکھنوی

ماتم سبط پیمبر کی نشانی ہو کر
 خون دل آگہ سے پہنے لگا پانی ہو کر
 امّ لیلیٰ کے لئے غم نشانی ہو کر
 موت آئی علی اکبر کی جوانی ہو کر
 مثل سیلاب بڑھا دین خدا خندق سے
 ذوالفقار اسد اللہ کا پانی ہو کر

مہر شہر نے رن میں وہ دکھائے جوہر
 رہ گیا قصہ ایوبؑ کہانی ہو کر
 لوگ اکبرؑ کا مدینے میں ادب کرنے لگے
 یوں شباب آیا محمدؐ کی جوانی ہو کر
 زندگی بخش دی سردے کے شہہ والا نے
 ورنہ رہ جاتا یہ اسلام کہانی ہو کر
 موت کا آیا پسینہ جو رخ اکبرؑ پر
 رنگ چہرے کا نچکنے لگا پانی ہو کر
 حشر تک سینہ گیتی پر رہے گی باقی
 کربلا آل محمدؐ کی نشانی ہو کر
 دل کی حسرت ہے جھل کہ میرا درد جگر
 رہے پیاسوں کا غم تشنہ دہانی ہو کر

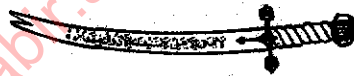


کسی کے بس میں نہ دن ہے نہ رات قبضہ میں

تجمل لکھنوی

کسی کے بس میں نہ دن ہے نہ رات قبضہ میں
 علیؑ کو دیکھئے کل کائنات قبضہ میں
 پیمبروں کے ہیں سب معجزات قبضہ میں
 ہے ایک ذات ہزاروں صفات قبضہ میں
 علیؑ کے باب میں کہتی ہے شمس کی رجعت
 ہے جیسے دن اسی صورت ہے رات قبضہ میں ہے

محال جس کو کہیں ہے وہ بات قبضہ میں ہے
 علیٰ کے شیر یہ پیاس اور فرات قبضہ میں ہے
 سر حسینؑ نے قرآن پڑھ کے نیزہ پر
 بتا دیا کہ ہے اب بھی حیات قبضہ میں ہے
 حبیب کہتے تھے انصار سے لڑے جانا
 رُکے نہ ہاتھ جب تک حیات قبضہ میں ہے
 ہیں افضل الشہید ابن ساقی کوثر
 ہے سلسیل بھی مثل فرات قبضہ میں ہے
 حدود مملکت شاہ کربلا دیکھو
 جہاں سے تابہ جٹاں کائنات قبضہ میں ہے
 صدا یہ دیتا ہے ساحل سے روضہ عباسؑ
 رہے گی تابہ قیامت فرات قبضہ میں
 میری نظر میں تجلِ سمائے کیا دنیا
 غم حسینؑ کی ہے کائنات قبضہ میں ہے



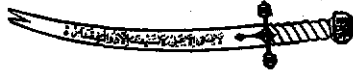
مدینے سے سفر کا سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو

تجلِ لکھنوی

مدینے سے سفر کا سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو
 خدا جانے کہاں تک کربلا ہے دیکھئے کیا ہو
 ستم کا دور ہے اور کربلا ہے دیکھئے کیا ہو
 بڑے خطرے میں آلِ مصطفیٰ ہے دیکھئے کیا ہو



ستم والوں میں پیہم تذکرہ ہے دیکھئے کیا ہو
 حسینی صبر بڑھتا جا رہا ہے دیکھئے کیا ہو
 تھا غل رن میں غضب کا معرکہ دیکھئے کیا ہو
 علی کے شیر سے پالا پڑا ہے دیکھئے کیا ہو
 اُسی جانب ہیں دریا پر عملدار جری شاید
 جدھر لشکر سمٹتا جا رہا ہے دیکھئے کیا ہو
 جفاؤں پر جفا میں ہو رہی ہیں آل احمد پر
 ستم اور جور کا اک سلسلہ ہے دیکھئے کیا ہو
 کٹا کر سر بچایا جائے گا دین پیہر کو
 حسین ابن علی کا فیصلہ ہے دیکھئے کیا ہو
 امیر شام کی بیعت کو رد فرما دیا شہہ نے
 شکر کو بہانہ مل گیا ہے دیکھئے کیا ہو
 شبیہ مصطفیٰ رخصت طلب ہے ابن حیدر سے
 سہارا زندگی کا جا رہا ہے دیکھئے کیا ہو
 کمان میں تیرا دھڑا، اصغر ادھر شہہ کے ہاتھوں پر
 یہ کوئی فاصلے میں فاصلہ ہے دیکھئے کیا ہو
 تھجل عصر کا ہنگام ہے ہمدم نہیں کوئی
 اکیلا جان محبوب خدا ہے دیکھئے کیا ہو



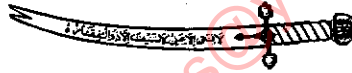
جو طفل گھر میں شہ لافٹی کے پلتے ہیں

مستقل

مجاہد لکھنوی

جو طفل گھر میں شہ لافٹی کے پلتے ہیں
 وہ جنگ کے لئے گہوارہ میں مچلتے ہیں
 قدم قدم پہ شریعت نہیں بدلتے ہیں
 چلے جو راہ علی ہم وہ راہ چلتے ہیں
 پل صراط سے گزریں گے یوں علی والے
 کہ جیسے باغ میں جھونکے ہوا کے چلتے ہیں
 علم کو دیکھ کے خیر کشاں کے ہاتھوں میں
 یہ کون لوگ کھڑے دور ہاتھ ملتے ہیں
 وہ خاک کیوں نہ بنے سجدہ گاہ دو عالم
 جو خاک رخ پہ رسالت مآب ملتے ہیں
 خیال آتا ہے جب کربلا کے پیاسوں کا
 پکھل کے قلب و جگر آنسوؤں میں ڈھلتے ہیں
 یہاں تو بات ہے زخم گلوئے اصغر کی
 وگرنہ تیر تو ہنگام جنگ جلتے ہیں
 سوال آب پہ گردن سے تیر پار ہوا
 پدر کے ہاتھوں پہ اصغر لہو اگلتے ہیں
 نہیں قبول زمیں کو فلک کو ہے انکار
 لہو صغیر کا رخ پر حسین ملتے ہیں

ضعیف باپ کی نظروں کے سامنے اکبر
 قضا کی گود میں اب کروٹیں بدلتے ہیں
 حسین لاتے ہیں اس طرح لاش اکبر کی
 کبھی تو کھاتے ہیں ٹھوکر کبھی سنبھلتے ہیں
 صدا یہ دیتی تھی زینب کہاں ہواے عباس
 خیام جل گئے ہم ننگے سر نکلتے ہیں
 کشاں کشاں کئے جاتے ہیں اس طرح اعدا
 الجھ کے گرتے ہیں عابد کبھی سنبھلتے ہیں
 مجاہد اب یہ شکایت بھی ہے زمانے کو
 غم حسین میں آنسو بہت نکلتے ہیں



مصروف شہ کے غم میں زمانہ دکھائی دے

مجاہد لکھنوی

مصروف شہ کے غم میں زمانہ دکھائی دے
 ہر دل میں کربلائے معلیٰ دکھائی دے
 اوصاف سب خدا کے ہوں بندہ دکھائی دے
 جز مرتضیٰ ہے کون، جو ایسا دکھائی دے
 بعد رسول ایسا تو ہو نائب رسول
 جو کم سے کم رسول کے جیسا دکھائی دے
 لے کے علی کا نام کرو رخ پہ اک نظر
 مومن نہیں جو رنگ بدلتا دکھائی دے
 اب آپ ہی بتائیے ہم اس کو کیا کہیں

نام حسین بھی جسے کھلتا دکھائی دے
 ہر سمت اڑ رہا ہے شہنشاہت کا رنگ
 ہر سو دل حسین دھڑکتا دکھائی دے
 وہ بحر بے کراں غم سبط مصطفیٰ
 حد نگاہ تک نہ کنارہ دکھائی دے
 کھینچے ابھی جو تیغ ید اللہ کا پسر
 جبریل سا ملک بھی لرزتا دکھائی دے
 جنت کی خوشبو سے فضا ہے بسی ہوئی
 عباس کا علم کہیں بچتا دکھائی دے
 رہ رہ کے آ رہی ہے صدا یا حسن کی
 مجلس کہیں حسین کی برپا دکھائی دے
 رونا غم حسین میں ہے مقصد حیات
 بے فیض ورنہ دہر میں جینا دکھائی دے
 گزرے ہے دل پہ کیا کوئی پوچھے حسین سے
 برچھی میں جب پسر کا کلیجہ دکھائی دے
 بولے حسن جب علی اکبر نے دی صدا
 اندھیر تیرے بعد یہ دنیا دکھائی دے
 شہہ کہتے تھے کہ کیا کروں کچھ سوچتا نہیں
 کیونکر جوان لعل کا لاشہ دکھائی دے
 اصغر صدا حسین کی سن کر تڑپ اٹھے
 جھولے میں انقلاب سا برپا دکھائی دے
 اللہ تجھ کو صبر دے اے فاطمہ کے لعل
 مجھ کو تیرا صغیر نہ بچتا دکھائی دے
 مجلس میں اتنے اشک مجاہد بہائے
 دامن جو داغدار ہے سادہ دکھائی دے



دل اگر درد غم شبیر کا حامل نہیں

مجاہد لکھنوی

دل اگر درد غم شبیر کا حامل نہیں
 زندگی بے فیض ہے جس کا کوئی حاصل نہیں
 الفت آل پیمبر اس میں گر شامل نہیں
 اے مسلمان پھر تیرا اسلام تو کامل نہیں
 کیوں نہ ہر مشکل میں نکلے منہ سے میرے یا علیؑ
 جانتا ہوں دوسرا کوئی بھی اس قابل نہیں
 جز علیؑ کے فتح خیبر اور کر سکتا ہے کون
 اس شجاعت کا زمانہ میں کوئی حامل نہیں
 یا علیؑ کہہ کر کبھی آگے بڑھاؤ تو قدم
 حل نہ ہو ایسی تو دنیا میں کوئی مشکل نہیں
 میرا کعبہ ہے یہی اور میری جنت ہے یہی
 ماسوائے کربلا اپنی کوئی منزل نہیں
 بیچ میں شمع ہدایت گرد انصار حسینؑ
 دونوں عالم میں لکھیں ایسی کوئی محفل نہیں
 سن کے ذکر کربلا آنکھ ہو جاتی ہے نم
 ہو نہ جس میں غم شہہ مظلوم کا وہ دل نہیں
 اصغرؑ معصوم کی گردن یہ مارا جس نے تیر
 اس سے بڑھ کر کوئی ظالم اور کوئی قاتل نہیں

آخری فدیہ تھا شہہ حجت کو کرتے تھے تمام
 جانتے تھے کچھ سوال آب سے حاصل نہیں
 بولیں لیکن بھول جاؤں کس طرح اکبر کو میں
 ہے اندھیرا چار سو جب وہ ماہ کامل نہیں
 یوں پھرائی جارہی ہیں شام میں سیدانیاں
 بے کجا وہ اونٹ ہیں پردہ نہیں محمل نہیں
 صبر کی تلقین پر کہتی تھیں لوگوں سے رباب
 یہ بتادو کیا مرے سینے میں ماں کا دل نہیں
 اے مجاہد ہیں رواں اشعار پانی کی طرح
 بوتراپی کے لئے کوئی زمین مشکل نہیں



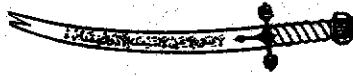
زمین کر بلا میں دن ہیں گل پیرہن کتنے

مجاہد لکھنوی

زمین کر بلا میں دن ہیں گل پیرہن کتنے
 تڑپ کے مر گئے سینہ پہ اس کے خستہ تن کتنے
 کوئی زینبؑ سے پوچھے تو مصائب کس قدر جھیلے
 اٹھائے کر بلا سے شام تک رنج و محن کتنے
 رضائے شاہ والا تھا ہر اک اقدام زینبؑ کا
 زمانے میں ہیں ایسے باوفا بھائی بہن کتنے
 پیر زینبؑ کے دونوں قاسم و اکبر، علی اصغر
 دیئے ہیں کر بلا کو شاہ دین نے گلبدن کتنے



فدا اسلام پر لاکھوں ہوئے تاریخ کہتی ہے
 مگر ہیں کربلا والوں کے جیسے بے کفن کتنے
 ہوں جس میں قائم واکبر سے گل اصغر سے ہوں غنچے
 خزاں لوٹے ہیں تو نے سچ بتا، ایسے چمن کتنے
 چلے جب شاہ مرنے کو، سکیڑنے نے کہا رو کر
 نہ آیا کوئی بھی واپس گئے ہیں، سوئے رن کتنے
 بہتر (۷۲) کو نہ لاکھوں سے کہیں لڑتے ہوئے دیکھا
 ہوئیں جنگیں ہزاروں اور پڑے دنیا میں رن کتنے
 تھیں ماں بہنیں کھلے سر سامنے اور چپ رہے پھر بھی
 جہاں میں عابد بیمار سے ہیں بے سخن کتنے
 اس دنیا میں دیکھو ہر قدم ہر اک مشکل میں
 ہر اک منزل پہ کام آتے ہیں اپنے نچھتن کتنے
 رہے گا کربلا والوں کا غم زندہ قیامت تک
 گزر جائیں گی صدیاں اور گزر جائیں گے سن کتنے
 رضائے حق کی خاطر جو بہا دے خون کا دریا
 فدا اس عاشق صادق پہ ہونگے کوہکن کتنے
 ہے جن کو ناز شاہ کربلا کی مدح خوانی پر
 مجاہد کے سوا دنیا میں ہیں اہل سخن کتنے



دل سے غم حسینؑ نہ ہو کم خدا کرے

مجاہد لکھنوی

دل سے غم حسینؑ نہ ہو کم خدا کرے
 لے جاؤں میں لحد میں یہی غم خدا کرے
 سینے پہ داغ ماتم شبیرؑ کا رہے
 دامن ہو اشک غم سے سدا غم خدا کرے
 پھیلے نشان حضرت عباسؑ کی ضیاء
 سارے جہاں پہ چھائے یہ پرچم خدا کرے
 حب علیؑ ہو دل میں زبان پر ہو یا حسینؑ
 جب وقت نزاع نکلے مرا دم خدا کرے
 ڈر ڈر کے کہہ رہے تھے یہ آپس میں سب لعین
 عباسؑ ہوں نہ نہر پہ برہم خدا کرے
 اکبرؑ نے شہہ کے سامنے توڑا تھا جیسے دم
 کوئی پدر نہ دیکھے یہ عالم خدا کرے
 خیمے میں کر رہی تھی سیکڑ یہ ہی دعا
 آجائیں خیریت سے میرے غم خدا کرے
 اکبرؑ پلٹ کے آئیں یہ صفرا کی تھی دعا
 پھر بھائی اور بہن ملیں باہم خدا کرے
 شہہ بولے لب پہ بخشش امت کی ہو دعا
 خنجر رواں ہو حلق پہ جس دم خدا کرے

یہ کہہ کے ختم کردو مجاہد سلام کو
بڑھتا رہے حسین کا ماتم خدا کرے



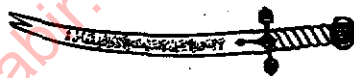
ہے مال و زر نہ دولت دنیا ہمارے پاس

مجاہد لکھنوی

ہے مال و زر نہ دولت دنیا ہمارے پاس
بس ہے شفاعتوں کا خزانہ ہمارے پاس
جو چاہے ہم سے پوچھیں نکیرین فکر کیا
مشکل کشا تو ہوگا ہمارا ہمارے پاس
رونا غم شہید میں ہے ست رسول
موجود ہے شہادت حمزہ ہمارے پاس
کوثر ہے، سلسیل ہے، طوبیٰ ہے، غلد ہے
صدقے میں ہے حسینؑ کے کیا کیا ہمارے پاس
نہر فرات چھین کے عباسؑ نے کہا
اب حشر تک رہے یہ دریا ہمارے پاس
دیکھا جو حر کو آتے ہوئے بولے شاہ دیں
وہ آ رہا ہے دوست ہمارا ہمارے پاس
پیدا ہوئے ہیں ماتم شبیر کے لئے
پہونچا ہے غم یہ سینہ بہ سینہ ہمارے پاس
ندرانہ یہ قبول ہو اے مادر حسینؑ
ہے اور آنسوؤں کے سوا کیا ہمارے پاس



صغرا نے پوچھا دامن اکبر کو تھام کے
 پھر لوٹ کے کب آؤ گے بھیا ہمارے
 لپٹنا کے لاش اصغر بے شیر بولے شاہ
 مادر کے بدلے آج سے سونا ہمارے پاس
 بولے یہ شہہ سیکنہ سے لاچار ہے حسینؑ
 بیٹی نہیں ہے پانی کا قطرہ ہمارے پاس
 زنداں میں تھے سیکنہ کے نالے یہ صبح و شام
 آجاؤ ایک بار تو بابا ہمارے پاس
 کہتی تھی ماں کہ قید میں ہو کس طرح بسر
 اصغر ہے اور نہ اب ہے سیکنہ ہمارے پاس
 ہستی نثار ایسی اجل پر خدا گواہ
 دم نکلے اور بیٹھے ہوں مولا ہمارے پاس
 جب علیؑ ہے اور مجاہد غم حسینؑ
 بخشش کا کم نہیں یہ سہارا ہمارے پاس

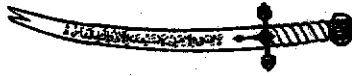


غم شبیرؑ میں بہتے ہیں جو شام و سحر آنسو

مجاہد لکھنوی

غم شبیرؑ میں بہتے ہیں جو شام و سحر آنسو
 لحد میں بن کے چمکیں گے یہی شمس و قمر آنسو
 تقاضہ ہے یہی انسانیت کا اور ایمان کا
 ادھر نام حسینؑ آئے چھلک آئیں ادھر آنسو

ذرا سن لیں ہمارے صبر کو لٹکانے والے
 اگر چاہیں ابھی کر دیں جہاں زیر و زبر آنسو
 جہاں میں آئے خود روتا ہوا جائے تو رلواتا
 ہے آغاز بشر آنسو تو انجام بشر آنسو
 ہمارے آنسوؤں نے پننے والوں کو رلایا ہے
 حقیقت ہے کہ رکھتے ہیں قیامت کا اثر آنسو
 مخالف لاکھ ہو لیکن یہ طوفان رک نہیں سکتے
 بہیں گے کربلا والوں کے غم میں عمر بھر آنسو
 نہیں ہے قدر جن کی آج دنیا کی نگاہوں میں
 قیامت میں نظر آئیں گے یہ لعل و گہر آنسو
 ہمارا مقصد خلقت ہے رونا شہہ والا پر
 اٹھائیں گے ستم لاکھوں بہائیں گے مگر آنسو
 پڑا ہے وقت کیسا کربلا میں شہہ والا پر
 عیوض پانی کے کرتے ہیں لحد اصغر کی تر آنسو
 یہاں ماں خالی جھولے کو تصور میں جھلاتی ہے
 پدر برسا رہا ہے رن میں بالین پسر آنسو
 مجاہد ہم مسافر ہیں عدم کے راہ دنیا میں
 یہاں سے ساتھ لے جائینگے بس رخت سفر آنسو



ماں کہتی تھی سینے سے لگا لوں تجھے آجا

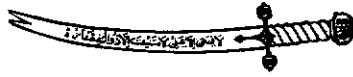
مجاہد لکھنوی

ماں کہتی تھی سینے سے لگا لوں تجھے آجا
 اک بار تو پھر لوٹ کے اصغر مرے آجا
 فرقت میں تری نیند بھی آتی نہیں بیٹا
 اب کس کے سہارے پہ یہ مادر جیئے آجا
 ہیں اب تو مرے ہاتھ بھی آزاد رسن سے
 گود میں لوں دل میں چھپالوں تجھے آجا
 ہر سمت ہے جنگ میں اندھیرا ہی اندھیرا
 تو نیند میں چونکے نہ کہیں خوف سے آجا
 ہوں کہ اب نہر پر پہرہ بھی نہیں ہے
 پانی پلا لاؤں تجھے نہر سے آجا
 روتی ہے سیکنے تری فرقت میں مرے لعل
 بھیا کی تسلی کے لئے لوٹ کے آجا
 صغرا تجھے پوچھے گی تو کیا اس سے کہوں گی
 بن ترے نہ جاؤں گی وطن شام سے آجا
 کیونکر بتاؤں گی لگا حلق پہ ناوک
 کیا کہہ کے بھلا دوں گی تسلی اسے آجا
 اس قید کی تنہائی میں دل کس طرح بہلے
 دروازہ پہ بیٹھی ہوں میں تیرے لئے آجا

سونا ہے اگر شاہ کے پہلو میں مری جان
روکوں گی نہ اک دم کیلئے میں تجھے آجا

معلوم ہے تجھکو ہے پدر سے بڑی الفت
کچھ دیر کو بس شکل دکھانے مجھے آجا

یہ شام و سحر بین تھے مادر کے مجاہد
مادر کا ہے کیا حال ذرا دیکھ لے آجا



دو جہاں میں سامنے جب کوئی مشکل آئے گی

مجاہد لکھنوی

دو جہاں میں سامنے جب کوئی مشکل آئے گی
آپ ہی سکر علی کا نام حل ہو جائے گی
اے فرشتوں کیا کرو گے قبر میں آکر سوال
دیکھ کر حیدر کو تم سے بات بھی ہو جائے گی

ڈال لو جی بھر کے پردے آج تم تاریخ پر
کیا کرو گے حشر میں کل بات جب کھل جائیگی

جب بھی ابھرے گی کوئی طاقت یزیدی شان سے
ماتم شاہ ہدا کو دیکھ کر دب جائے گی
روز محشر دیکھ لینا اہل عزا کا مرتبہ
رحمت حق پیشوائی کے لئے خود آئے گی

جب کہیں بھی ہوگا باطل اور حق کا معرکہ
ساری دنیا واقعات کربلا دہرائے گی

کربلا میں دے دیا شبیر نے ایسا جواب

نام بیعت کا نہ اب دنیا زبان پر لائے گی
اے علی اصغر تسلی کچھ تو دیتے جائیے
کس سے ماں اپنے دل بیتاب کو بہلائے گی
سوؤں گی میں کس کے سینے پر سیکنہ نے کہا
لے پھو بھی لماں اندھیرے بن میں جب رات آئیگی

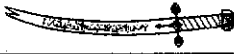
جائیے خیمے میں اصغر کو نہ لے کر اے حسینؑ
دیکھ کر ماں خوں بھری صورت کو غش ہو جائیگی
تھا گماں کس کو ایسا دور بھی اک آئے گا
نگے سر آل نبی در در پھرائی جائے گی
اے مجاہد فکر کیا تربت سے لیکر حشر تک
کام مولا کی مرے مشکل کشائی آئے گی



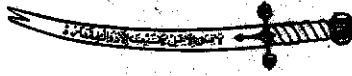
حر کا سر ہے زانوئے شبیر ہے

مجاہد لکھنوی

حر کا سر ہے زانوئے شبیر ہے
مرنے والے کیا تیری تقدیر ہے
خوف کیا محشر کا دامن گیر ہے
ہاتھ جب دامن شبیر ہے
اپنے اپنوں کے تو کام آتے ہیں سب
ہاں پر علیؑ مولائے عالمگیر ہے
کس کو مشکل میں نبیؐ نے دی صدا



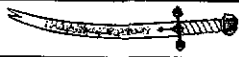
کون ہے جو شاہ خیر گیر ہے
 آپ نے جو خواب دیکھا تھا خلیل
 کر بلا اس خواب کی تعبیر ہے
 کیوں نہ ہو میں ہوں غلام بو تراب
 باغ جنت ہاں مری جاگیر ہے
 گر ہٹا دو نور اہلبیت کو
 کون سی اسلام میں تنویر ہے
 ہے ہمارے دل میں عکس کر بلا
 مٹ نہیں سکتی یہ وہ تصویر ہے
 نام میرا عزادار حسین
 کام میرا ماتم شہید ہے
 دیکھ امت دیکھ لے اکبر کی لاش
 یہ نبی کی خون بھری تصویر ہے
 کٹ رہا ہے تیغ سے شہد کا کلا
 اور بالیں پر کھڑی ہشیر سے
 جوڑتا ہے کیوں کہاں سے تیر ظلم
 حرمہ اصغر کی کیا تقصیر ہے!
 لاش اکبر دیکھ کر ماں نے کہا
 خواب کیا دیکھے تھے کیا تعبیر ہے
 ایک علی کے تھی گلے میں ریسماں
 اک علی کے پاؤں میں زنجیر ہے
 ہے مجاہد ذکر شہد کا یہ صلہ
 تیری شہرت آج عالمگیر ہے



نقش قدم پہ شاہ کے اہل عزا چلو

مجاہد لکھنوی

نقش قدم پہ شاہ کے اہل عزا چلو
جنت کو جا رہا ہے یہی راستہ چلو
جنت نہیں ہے دور قدم کو بڑھا چلو
بس کربلا سے تھوڑا سا ہے فاصلہ چلو
برزخ کا اور صراط کا اب خوف کیا چلو
چودہ (۱۴) ہیں رہبری کے لئے رہنما چلو
اٹھو، برائے ماتم شاہ ہدا چلو
ہل من کی آ رہی ہے ابھی تک صدا چلو
اسلام والوں تم کو اگر حق کی ہے تلاش
آؤ ہمارے ساتھ سوئے کربلا چلو
مل جائیں گے یہاں تمہیں دنیا کے دنگیر
سارے دروں کو چھوڑ کے تم کربلا چلو
حق کہہ رہا ہے جمع ہیں چادر میں پنجتن
جبریل لے کے آیہ اہل کساء چلو
عباسؑ کو جو دیکھا تو بولے یہ اشقیا
بھاگو وہ دیکھو آگئے شیر خدا چلو
آپس میں کہہ رہے تھے یہ زینبؑ کے دلوں لعل
سوئے عدو مثال شہہ لافٹی چلو



بولے یہ تیغ کھینچ کے مقتل میں شاہ دیں
دنیا کو چلتے چلتے شجاعت دکھا چلو

صبح دہم (۱۰) یہ حر کو مقدر نے دی صدا

اب شہہ سے بخشوانے کو اپنی خطا چلو

صغرا کے پاس آ کے یہ شبیر نے کہا

اصغر بلا رہے ہیں تمہیں کربلا چلو

گردن سے تیر کھینچ کے اصغر سے بولے شاہ

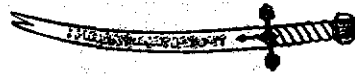
ماں منتظر ہے خیمہ میں اے معہ لقا چلو

شہہ نے کہا بہن سے یہ ہے مرضی خدا

نیزے پہ سر ہمارا ہو تم بے ردا چلو

سن کر تیرا کلام مجاہد سب اہل بزم

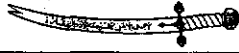
کہہ کر اٹھے سلام تو بس ہو گیا چلو



جو علم و فیض کہ اللہ کی کتاب میں ہے

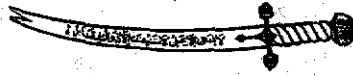
مجاہد لکھنوی

جو علم و فیض کہ اللہ کی کتاب میں ہے
 خدا گواہ وہ سب ذات بو تراب میں ہے
 وہ دن بھی آئے گا پھیلے گی روشنی حق کی
 ہمارا مہر امامت ابھی حجاب میں ہے
 علیؑ کے سجدے سے پہلے غروب ہو جائے
 بھلا مجال کہاں ایسی آفتاب میں ہے
 پلٹ کے آنا پڑا پھر برائے شبیر خدا
 یہ داستان نہیں تاریخ کی کتاب میں ہے
 سرور جس کا ہے معراج دین و ایمان کی
 وہ کیف الفت حیدر تری شراب میں ہے
 ظلیل دیکھ لو ذبح عظیم کی تعبیر
 تمہارا خواب ابھی تک خیال و خواب میں ہے
 جو کام کر گئی رن میں حبیب کی پیری
 یہ زور اور یہ قوت کہاں شباب میں ہے
 یہ حسن چہرہ اکبرؑ کی چھوٹ پڑتی ہے
 جو روشنی شب عاشور ماہتاب میں ہے
 یہ پوچھا شاہ سے قاسمؑ نے روز عاشورہ
 ہمارا نام بھی محضر کے انتخاب میں ہے



خود اپنے لال کو بھیجا ہے جس نے تیروں میں
الہی کون سی ہمت دلی رباب میں ہے
سوال آب ہے شبیر کا برائے صغیر
اجل کا تیرا دھر سے رواں جواب میں ہے
اٹھا کے ہاتھوں پہ اصغر کورن میں بولے حسینؑ
یہ فدیہ بھی میرے مالک تیری جناب میں ہے
سرہانے بیٹھی ہیں لیلیٰ شمع جلائے ہوئے
جوانی اکبر گل پیرہن کی خواب میں ہے
اُٹھے فرشتے مجاہد کی قبر سے کہہ کر
چلو چلو یہ غلامان بو تراب میں ہے

jabir.abbas@yahoo.com



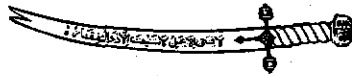
مجھ کو شبیرؑ سے محبت ہے

یاورا عظمیٰ

مجھ کو شبیرؑ سے محبت ہے عشق شبیرؑ میری دولت ہے
 قتل شہہ اجتماع امت ہے وار پر آئے مودت ہے
 آپ کہتے ہیں رونا بدمعت ہے ارد رونا نبی کی سقت ہے
 سارا عالم بنا ہوا ہے یزید ایک شبیرؑ کی ضرورت ہے
 ابو طالب پہ کفر کا الزام یہ فقط جذبہ رقابت ہے
 دین حق میں ملوکیت کا شمول نسل سفیان کی شرارت ہے
 کب اذان دے گئے علی اکبرؑ آج تک اس اذان کی نوبت ہے
 کرشنی پھر حبیب شہہ کو جواں کتنی معجز نما محبت ہے!
 ہار سے سوئے نور چل اے حر شہہ کے قدموں میں تیری جنت ہے
 شہہ کے زانو پہ اس کا دم نکلا ہے جو قسمت تو حر کی قسمت ہے
 اس کو نیزہ نہ مار ابن انس تیری زد پہ نبیؐ کی صورت ہے
 کیسے اٹھے گی لاش اکبرؑ کی باپ بوڑھا جواں کی میت ہے
 رکھ لی ٹوٹی کمر پر لاش جواں شاہ دیں آپ ہی کی ہمت ہے

رن سے آتی ہے لاش اکبر کی خیمہ شاہ میں قیامت ہے

زیر خنجر میں شاہ سجدہ میں اپنی معراج پر عبادت ہے
آری ہے چچا چچا کی صدا قید خانے میں کس کی تربت ہے
ذکر سبط نبی کرو یاد
ذکر سبط نبی عبادت ہے



قبر میں داغِ غم سبط پیہر لے گئے

یا اوراعظمی

قبر میں داغِ غم سبط پیہر لے گئے
ہم اندھیرے میں چراغوں کا یہ لشکر لے گئے
پھر نہ دیکھے آسمان نے آج تک ایسے جری
کر بلا میں چن کے شہد جیسے بہتر (۷۲) لے گئے
واہ رے قسمت نہ چھوٹا مر کے در شیر کا
حق دربانی حبیب ابن مظاہر لے گئے
شاہ کے غم میں جو آنسو چشمِ مومن سے گرے
آسمان والے اسے گوہر سمجھ کر لے گئے
کہتے تھے عباسؑ ملنے دو اجازت شاہ سے
تو سہی ہم کاٹ کر دریا نہ گھر پر لے گئے
ایک دن کی تھی علمداری شاہ کر بلا
حشر تک عہد یہ عباسؑ دلاور لے گئے
حر کی راتوں رات قسمت تو بدلتے دیکھے

ساتھ اسے جنت میں خود سبط پیمبر لے گئے
کیفیت معراج کی پوچھے کوئی جبریل سے
کون باہر تھا کسے پردے کے اندر لے گئے

ذوالفقار حیدری جب فرق مرحب پر چلی
اک نشانی ضرب کی جبریل کے پر لے گئے
پیکر تسلیم و جان باز و وفا پرور جری

ناصران شہہ پہ منصب جان دے کر لے گئے
خون کے آنسو بہاتی ہی رہی بنت علی
اور نیزے پہ لعین شبیر کا سر لے گئے

بعد شہہ جب لوٹنے آئے حرم کی اشقیا
در سیکھنے کے سر زینب سے چادر لے گئے
شاہ کہتے تھے کہ جینے کا مزہ جاتا رہا
زندگی کا لطف عباس دلاور لے گئے

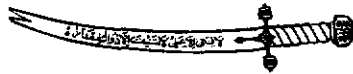
یاد بس بچے کی آتی تھی تو کہتی تھی رباب
ماں کے دل کا چین اپنے ساتھ اصغر لے گئے
بعد مردن بھی لحد میں جان کر زاد سفر
ہم غم شبیر اپنے ساتھ یاد لے گئے

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے

قمر جلالوی

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے
گزرے تیرہ سو برس خون ابھی تیر میں ہے

شکر سجاد پر کہتے تھے تعجب سے لعین
 کتنا آزاد یہ پابندی زنجیر میں ہے
 کوئی قرآن کو جز آل نبی کیا سمجھے
 ایک عالم ہے کہ الجھا ہوا تفسیر میں ہے
 کیوں نہ اکبر کو کہیں احمد مرسل کی شبیہ
 بات قرآن میں جو ہے وہی تفسیر میں ہے
 مختصر سا شہہ والا کا ہے میدان میں رجز
 اب بھی طاقت اسد اللہ کی شمشیر میں ہے
 جائیں فریاد سیکنہ پہ مدد کو کیونکر
 پاؤں تو حضرت سجاد کا زنجیر میں ہے
 سر زینب کو کہے کون کھلا یا نہ کھلا
 یہ تو ایک راز ہے جو چادر تطہیر میں ہے
 دیکھے در چھتے سیکنہ کے کہا زینب نے
 ہائے بی بی یہ ستم بھی تیری تقدیر میں ہے
 ہم سے دامن شہہ مظلوم کا چھٹ جائے قمر
 اک زمانے سے زمانہ اسی تدبیر میں ہے۔



یوں تیر آ رہا ہے اصغر کی جستجو میں

تاثیر نقوی

یوں تیر آ رہا ہے اصغر کی جستجو میں
 منزل یہاں ہے اس کی جیسے رگ گلو میں

ہے تہلکہ سا برپا اک لشکرِ عدو میں
 عباسؑ بڑھ رہے ہیں پانی کی جستجو میں
 پہنچا دے میرے مالک خیموں میں شاہِ دین کو
 پہروں سے مضطرب ہیں موجیں اس آرزو میں
 بولی اجل یہ بڑھ کر جب مسکرائے اصغر
 ہنس ہنس کے جان دینا داخل ہے انگی خو میں
 برسے گا خونِ حسرت کالی گھٹا سے برسوں
 طوفان وہ نہاں ہے ہر قطرہ لبو میں
 باقی رہا نہ امکاں اصغرؑ کی زندگی کا
 پیوست ہو گیا یوں ناوکِ رگِ گلو میں
 انصارِ شاہِ والا یوں گرو شاہِ دین تھے
 پروانے جیسے آئیں مرنے کی آرزو میں
 اے مسکرانے والے دستِ شہہ ہدا پر
 کیا کیا نہ کہہ گیا تو خاموش گفتگو میں
 تیر مٹیرہ سے اس کے خود موت کا پتی ہے
 جو جنگ کر رہا ہو مرنے کی آرزو میں
 تاثیرِ نارِ دوزخ اُس پر حرام ہوگی
 شبیرؑ کی محبت شامل ہو جس کی خو میں

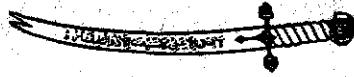


جو سجدہ ہوتا ہے محض پیہری کے لئے

امید فاضلی

جو سجدہ ہوتا ہے مختص پیہری کے لئے
 رسول نے اسے چھوڑا حسین ہی کے لئے
 نبی خدا کے لئے ہے علی نبی کے لئے
 نہ ہو یہ ربط تو کوئی نہیں کسی کے لئے
 علی علی ہی کئے جاؤ زندگی ہے یہی
 ہے عرش محو سماعت علی علی کے لئے
 علی ولی بھی ہیں نفس نبی بھی مولا بھی
 شعور شرط ہے قرآن کی آگہی کے لئے
 ذرا یہ دیکھنا اے دل وہ کر بلا تو نہیں
 چلا ہے کعبہ کدھر کسب روشنی کے لئے
 سلام خانہ زہرا تیرے چراغوں پر
 بجھے ہیں شمع رسالت کی روشنی کے لئے
 فرات میں بھی سیکھنے کا عکس ہی دیکھا
 یہ تشنگی کا ہے ایثار تشنگی کے لئے
 غم حسین نہ ملتا اگر حسین کے بعد
 دل نگاہ ترس جاتے روشنی کے لئے
 غم حسین پہ جو معترض ہیں ان سے کہو
 غم حسین عبادت ہے زندگی کے لئے

کہاں وہ راکب دوشِ نبیؐ کہاں خنجر
یہ لمحہ درد کا باعث ہے ہر صدی کے لئے
نہ روندو گھوڑوں سے لاشِ حسینؑ کا لوگو
ترس نہ جائے فضا حق کی روشنی کے لئے



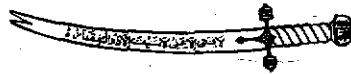
کربلا والوں میں دیکھو حوصلہ اسلام کا

ساحر فیض آبادی فیض

کربلا والوں میں دیکھو حوصلہ اسلام کا
سر کشا کر سر کیا معرکہ اسلام کا
سوچتا ہوں کیا بنے گا یا خدا اسلام کا
ہر کس و ناکس بنا ہے رہنما اسلام کا
رہتی دنیا تک رہے گا تذکرہ اسلام کا
نام زندہ کر گئی ہے کربلا اسلام کا
جب بھی دیکھا ہے غلط ہاتھوں میں لشکر کا علم
ڈوبتا سورج نظر آنے لگا اسلام کا
فتح خیر یا محمدؐ اب کوئی مشکل نہیں
لیجیے وہ آگیا مشکل کشا اسلام کا
وراثہ اسلام سے فاسق کی بیعت کا سوال
کام تھا شیطانیت کا نام تھا اسلام کا
رکھ لیا شبیرؑ نے نانا کی امت کا بھرم
کفر کے چہرے سے پردہ اٹھ گیا اسلام کا

مرحبا اے ناخدائے کشتی اہل حرام
تم نہیں ہوتے تو بیڑہ غرق تھا اسلام کا
کون کہتا ہے ملوکیت کو اسلامی نظام
دشمن اسلام سے کیا واسطہ اسلام کا

تخت شاہی پر رہے یا زیر دامن حسینؑ
کربلا میں ہو چکا ہے فیصلہ اسلام کا
شہپر جبریل پہ لکھا ہوا ہے لاف
ذوالفقار حیدری ہے معجزہ اسلام کا
فطرت معصوم کو اصغرؑ نے دے دی زندگی
اک تبسم بن گیا معجز نما اسلام کا
کیا کہیں کیسے مسلمان تھے یزیدی فوج میں
گھر نبیؐ کا لوٹ کر کلمہ پڑھا اسلام کا
سامنے رکھ کر شہرہ روضہ سبط رسولؐ
دل کو اے ساحر بنالو آئینہ اسلام کا



میت پہ سکیڑنے کے یہ ماں کہتی تھی رو رو کر۔ صدقے ہو یہ مادر

حسن صاحب

میت پہ سکیڑنے کے یہ ماں کہتی تھی رو رو کر۔ صدقے ہو یہ مادر
پردیس میں ماں لٹ گئی تاراج ہوا گھر۔ صدقے ہو یہ مادر

مجبور ہے ماں تجھ کو کفن دے نہیں سکتی۔ کچھ کہہ نہیں سکتی
افسوس کہ چادر بھی نہیں ہے مرے سر پر۔ صدقے ہو یہ مادر

تکیہ ہے نہ بستر نہ کوئی اور بچھونا کیسا ہے یہ سونا
بی بی تمہیں اس خاک پہ نیند آگئی کیونکر۔ صدقے ہو یہ مادر

زنداں سے رہائی مجھے جس وقت ملے گی۔ کیا مجھ پہ بنے گی
اس قید میں تنہا میں تجھے چھوڑوں کی کس پر۔ صدقے ہو یہ مادر

اصغر بھی نہیں پاس کہ دل جس سے بہلتا۔ کچھ بس نہیں چلتا
اب تو تو خفا ہو کے نہ جا اے مری دلبر۔ صدقے ہو یہ مادر

سینے پہ جواں بیٹے نے جب کھائی تھی برہمچی۔ میں دیکھ رہی تھی
اور ذبح ہوا سامنے میرے علی اصغر۔ صدقے ہو یہ مادر

میں کس سے کہوں ہائے مری مانگ بھی اجڑی۔ اور کوکھ بھی اجڑی
میرا سا کسی کا بھی نہ ہوئے گا مقدر۔ صدقے ہو یہ مادر

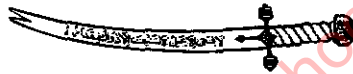
سجاؤ سے لاش تیرا کس طرح اٹھے گا۔ بیمار ہے بھیا
اتنا تو ذرا سوچتی تنہا ہے برادر۔ صدقے ہو یہ مادر

صدقے گئی تم کو تو بہت پیار تھا ہم سے۔ ہم روتے ہیں کب سے
سجاؤ کو سبھاؤ ذرا خاک سے اٹھ کر۔ صدقے ہو یہ مادر

ہم کرب و بلا ہوتے ہوئے جائینگے بی بی۔ دکھ پائیں گے بی بی
کیا کہہ دیں تمہیں پوچھیں جو عباس دلاور۔ صدقے ہو یہ مادر

پیغام ہو صغرا کے لئے کوئی تو دے دو۔ وہ پوچھے گی تم کو
ہم سوئے وطن جائینگے زنداں سے چھوٹ کر۔ صدقے ہو یہ مادر

اس وقت حسن ایک قیامت کا سماں تھا۔ جب کہتی تھی دکھیا
اب تجھکو کہاں پائے گی یہ بیکس وہ مضطر۔ صدقے ہو یہ مادر



نہر پہ حضرت عباسؑ کے لاشے کے قریب

نہر پہ حضرت عباسؑ کے لاشے کے قریب
اک بہن خستہ تن و کشتہ جگر خفتہ نصیب
بے نوا بے کس و بے پردہ و لاچار و غریب
لیکن اس پر بھی محمدؐ کے گھرانے کی نقیب

زرد چہرے پہ ہے بکھرے ہوئے بالوں کی نقاب
جیسے جزدان میں لپٹی ہوئی عصمت کی کتاب

جا بجا جسم پہ ہیں خون کے دھبوں کے نشان
جیسے پیری میں اٹھائی ہوئی کوئی لاش جو ان
درم آنکھوں میں کمر خم ہے تو خاموش زباں
ضبط کا پھر بھی یہ عالم ہے گریہ نہ فغاں

کون بی بی ہے جو اس طرح سے جان کھوتی ہے
جس طرح لاش پہ بھائی کے بہن روتی ہے

محویت کا یہ ہے عالم کہ نظر بنتی نہیں
چومتی ہے کبھی شانے تو کبھی جھک کے جبیں
کبھی تھراتا ہے لاشہ کبھی مقتل کی زمیں
خوف ہے عرش الہی نہ الٹ جائے کہیں

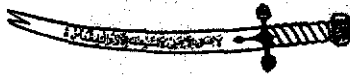
لاش عباسؑ پہ یہ دختر حیدرؑ تو نہیں
دیکھئے دیکھئے یہ زینبؑ مضطرؑ تو نہیں

روکے کہتی ہے اٹھو صاحب شمشیر اٹھو
حیدرؑ عصر اٹھو وقت کے شبیر اٹھو
آلِ تظہیر کی سوئی ہوئی تقدیر اٹھو
کاٹ دو عابدؑ و دلگیر کی زنجیر اٹھو

آگ ہی آگ ہے بھڑکی ہوئی خیموں میں تمام
چھن گئی سر سے ردا جاتی ہوں اب سوئے شام

میرے عباسؑ قیامت ہے پیا تیرے بعد
لٹ کے برباد ہوئی آلِ عباسؑ تیرے بعد
مٹ گئی رسم وفا جان وفا تیرے بعد
خاک دنیا میں ہے جینے کا مزا تیرے بعد

میرے عباسؑ دعا مانگو کہ مرجائے بہن
لے کے رائیوں کو یتیموں کو کدھر جائے بہن



یا علیؑ ادرکنی، یا علیؑ ادرکنی

ام لیلیٰ کا جگر ہو گیا چھلنی چھلنی، یا علیؑ ادرکنی
دیکھئے سینہ اکبر میں برچھی کی انی، یا علیؑ ادرکنی

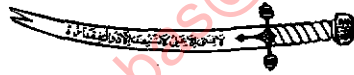
دیکھئے دیکھئے دم ٹوٹ رہا ہے کس کا، ہے قیامت برپا
خیمہ عترت اطہار میں ہے سینہ زنی، یا علیؑ اور کنی

سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں سرہانے سروڈ جاں بلب اکبر
ہائے مظلوم کی کیسی ہے غریب الوطنی، یا علیؑ اور کنی

خیمہ شاہ میں غل ہوتا ہے انا اللہ دم آخر ہے آہ
ہچکیاں لیتا ہے ہمشکل رسولؐ مدنی، یا علیؑ اور کنی

شہ سے کہتے ہیں خدا حافظ و ناصر بابا دم نکلتا ہے میرا
سینے پوتے کی ذرا آپ بھی شیریں خنخی، یا علیؑ اور کنی

خاک میں ملتی ہے اکبرؑ کی جوانی مولا کہہ رہی ہے فضہ
مل گیا خاک میں شبیرؑ کا سروئے چنی
یا علیؑ اور کنی، یا علیؑ اور کنی



زمانہ برسر پیکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

زمانہ برسر پیکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
غم شبیرؑ دل آزار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

علیؑ تو اسم اعظم ہے مگر خود ساختہ زاہد
علیؑ کے نام سے بیزار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

جو ملت ظلم سے نفرت سکھاتی ہے زمانے کو
یزیدیت سے اس کو پیار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

ہمیں بتلاؤ آخر تذکرہ آل محمدؐ کا
مسلمانوں کے دل پہ بار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

کبھی مظلوم کی ساتھی کبھی ظالم سے رابطہ
یہ دنیا اس قدر مکار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

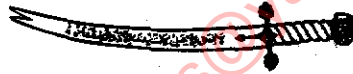
کہتی تلتی ہے معراج نبی میزان دانش میں
کم عقلوں پر خدا کی مار کیوں ہے ہم نہیں سمجھ

حسینی صبر کے جوہر یزیدی ظلم سے پوچھو
یہ فتح اک مسلسل ہار کیوں ہے ہم نہیں سمجھ

مسلمانوں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے دشت غربت میں
شبیبہ احمد کا مختار کیوں ہے ہم نہیں سمجھ

بتا اے غیرت اسلام بیٹی فخر مریم کی
برہنہ سر سر بازار کیوں ہے ہم نہیں سمجھ

ارے یہ بے خطا ہے جرم بے تقصیر غربت میں
اسیر ظلم اک بیمار کیوں ہے ہم نہیں سمجھ



بین تھا سکینہ کا شام ہونے والی ہے

بین تھا سکینہ کا شام ہونے والی ہے
تم کب آؤ گے بابا شام ہونے والی ہے

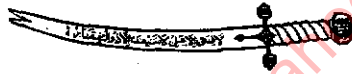
خشک ہے دہن میرا تین دن سے پیاسی ہوں
کون پانی لائے گا شام ہونے والی ہے

صبح کے چراغوں کی طرح ہیں سبھی خاموش
چھا رہا ہے اندھیرا شام ہونے والی ہے

نیند کیسے آئے گی اور کس کے سینے پر
جلد آئے بابا شام ہونے والی ہے

عصر کے اجالے میں گھر لٹا کے بیٹھی ہوں
پھر نہ لوٹ لیں اعدا شام ہونے والی ہے

شام کے اندھیرے میں کانپتی ہوں رہ رہ کر
گھٹ رہا ہے دم میرا شام ہونے والی ہے
دیر سے مرے بابا انتظار ہے سب کو
گھر میں حشر ہے برپا شام ہونے والی ہے
آؤ مصطفیٰ آؤ، آؤ مرتضیٰ آؤ
آؤ فاطمہ زہرہ شام ہونے والی ہے
بھائی اور چچا سب ہی ساتھ میں تمہارے ہیں
کوئی بھی نہیں آتا شام ہونے والی ہے



قید خانے میں سکینہ یہ بیان کرتی تھی۔ کیا اندھیرا
ہے پھوپھی

قید خانے میں سکینہ یہ بیان کرتی تھی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی
شمع منگوائے ورنہ میں نہیں جینے کی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

اپنے سینے سے لگا لو میں تمہارے صدقے۔ گود میں لے لو مجھے
دل دھڑکتا ہے مرا خوف سے تھراتا ہے جی کیا اندھیرا ہے پھوپھی

صبر کرتی ہوں مگر ہو نہیں سکتا مجھ سے یاں سے لے چلے مجھے
ورنہ پچھتاؤ گی زندہ نہ رہوں گی میں کبھی کیا اندھیرا ہے پھوپھی



بابا آجائیں تب شمر کو ہوگا معلوم۔ کون ہے یہ معصوم
کیا سمجھ کر مجھے یوں گھڑکیاں دیتا ہے شقی کیا اندھیرا ہے پھوپھی

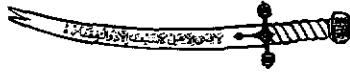
آج کی شب کو بھی کیا بابا نہیں آئیں گے۔ مجھ کو رلائیں گے
ان کے سینے پہ اگر سوتی تو نیند آجائی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

کیوں لعین قید میں لائے ہیں مجھے کیا معلوم۔ ہائے بابا مظلوم
گئے میدان جس دن سے خبر لی نہ میری۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

پانی لانے کو کہاں روٹھ گئے مجھ سے بچا۔ آپ ہی سوچیں ذرا
ہوتے عمو تو میں اس طرح طمانچے کھاتی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

پوچھنے کی مری ان سے نہیں ہمت پڑی۔ اے میری اچھی پھوپھی
مجھ کو بتلائیے کیوں روتی ہیں چھپ کے چچی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی

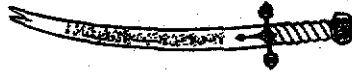
بعد میرے یاں اگر ہوئے پدر کا آنا۔ ان سے یہ فرمانا
مرگئی گھٹ کے اندھیرے میں تمہاری بیٹی۔ کیا اندھیرا ہے پھوپھی



ہمیشہ جو با وفا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے

سبط جعفر

ہمیشہ جو با وفا رہا ہے وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 نقوشِ ظلمت مٹا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 حسینؑ جس کو علیؑ وز ہر آملانیکہ لوریاں سنائیں!
 حسینؑ جھولا جھولانے جکا فلک سے رُوحِ لا میں بھی آئیں
 وہ جس کا جھولا جھولا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 وصیت اُس کو علیؑ نے کی تھی حسینؑ ہے مصطفیٰ کا بیٹا
 اے میرے لختِ جگر ہمیشہ سمجھنا خود کو غلام اُس کا
 جو یہ وصیت نبھا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 جنابِ حمزہؑ جنابِ جعفرؑ، جنابِ حیدرؑ کا جانشین ہے
 میں لاکھ اس کے مقابلے پر، جیسے یہ لیکن شکن نہیں ہے
 ہنروغا کے دکھا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 اگر وہ چاہے سٹ کے آجائے مشک میں اس کی علقہ بھی
 فرات کیا سلیل و کوثر اگرچہ ہیں دسترس میں اُس کی
 جو نہر سے پیسا جا رہا ہے وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 لقب ہے بابِ الحوائج اس کا جو سبکی ڈھارس بندھا رہا ہے
 اگرچہ ہاتھ اس کے کٹ چکے ہیں اور آنکھ میں خوں بھرا ہوا ہے
 جو مشکِ دانتوں میں لا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے
 وہ جس کی نسبت سے آج تک ہے قسم کا بھی اعتبار باقی
 ہے سبطِ جعفرؑ وہ سب کا پیرا امامِ اوّل سے تا بہ مہدیؑ
 جو ناخدائے وفا رہا ہے، وہی تو عباسؑ با وفا ہے



آواز پہ آواز یہ دیتی ہے سکیئے

آواز پہ آواز یہ دیتی ہے سکیئے
 آجاؤ چچا جاں کہ پیاسی ہے سکیئے
 دریا سے چچا جان ابھی لاتے ہیں پانی
 پیاسوں کو یہی آس دلاتی ہے سکیئے
 اصغرؒ ہو کہاں پانی پلا دوں تمہیں بھیا
 کوزہ لینے ہاتھوں میں سسکتی ہے سکیئے
 تھرایا فلک لرزہ بر اندام زمیں ہے
 جب میت شیر سے لپٹی ہے سکیئے
 وہ دشتِ بلا اور بہتر (۷۲) کے جنازے
 آنکھوں میں یہ منظر لئے روتی ہے سکیئے
 بد لا تھا کبھی ماں نے جو عاشور سے پہلے
 کرتے وہی پہنے ہوئے سوئی ہے سکیئے
 کھلواؤ گلا آؤ چچان جان کہاں ہو
 اب شام کا بازار ہے قیدی ہے سکیئے
 اب خاک کے بستر پہ جو سوئی ہے لحد میں
 شیر کی وہ لاڈلی بیٹی ہے سکیئے
 پانی کبھی پینا تو یہی سوچ کے پینا
 پانی کے لیے اب بھی ترستی ہے سکیئے

جب شانے کٹے تھے غازی کے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

سید آل حیدر رضوی

جب شانے کٹے تھے غازی کے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی
خیموں تک پانی لائے سکے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

جب مشکیزے پہ تیر لگا، عباس نے دل کو تھام لیا
شرمندہ ہوئے بے آس ہوئے کیا دل پہ گزرتی ہوگی

جب ننھے ننھے بچوں کو، پانی نہ ملا پیاسے ہی رہے!
تھامے ہوئے ہاتھوں میں کوزے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

مقتل کی زمیں سے رو رو کر، جب لاش قاسم کے نکلے
دامن میں شہدے دیں چنتے تھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

انصار شہدے دین آگے تھے، پیچھے تھے امام وقت کھڑے
جب چاروں طرف سے تیر چلے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

جب شام غریباں آئی ہے جب، اہل حرم کو لوٹا ہے
جب چھینی گئی چادر سر سے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

سجاد کو جلتے خیمے سے، کس طرح اٹھا کر لائی ہیں
زیںب سے ذرا کوئی پوچھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

بیواؤں کے سر سے چادر، جب اشرار نے چھینی ہنس ہنس کر
جب اُن کے نام وہ لیتے تھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

جب بالی سکینہ کے گوہر، سب چھین کے غلام بنے تھے
اور اُس کو طمانچے لگتے تھے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

دامن کو جلا کر بچی، سے پھر پوچھ رہے تھے یہ اعدا
تو کون ہے ہم کو بتلا دے، کیا دل پہ گزرتی ہوگی

علیؑ کا ذکر جہاں، شامل ازاں نہ رہا

علیؑ کا ذکر جہاں، شامل ازاں نہ رہا
 کوئی بھی حق کا طرفدار، پھر وہاں نہ رہا
 وہ مر گیا ہے جو نوے کے دل کی دھڑکن ہے
 عزاء اداں ہے، سچے سا نوحہ خواں نہ رہا
 حسینؑ حق کی وہ روشن مثال ہیں جس سے
 کسی نگاہ میں اسلام اب یہاں نہ رہا
 میری حیات کا بس آخری وہ لمحہ ہے
 میرے خیال میں گر صاحب الزماں نہ رہا
 خدا کے نور کا پرتو نبیؐ و بارہ امام
 مقابلے پہ کوئی ان کے تیرہواں نہ رہا
 مدد کا وقت ہے مشکلفاً اب آجاؤ
 ہے وقت عصر کوئی شہ کا مہر باں نہ رہا
 بہت بلند نظر آرہا تھا کعبے سے
 تن حسینؑ پہ جب کوئی سائبان نہ رہا
 اب امّ لیلیٰ کو کچھ بھی نظر نہیں آتا
 وہ نور آنکھوں کا وہ شیر وہ جواں نہ رہا
 چلے ہیں جنگ کو میدان میں علیؑ اصغرؑ
 حسینیؑ فوج میں شاید کوئی جواں نہ رہا
 مہکتے پھول وہ کلیاں وہ غنچہ تازہ
 چلی وہ آندھی محمدؐ کا گلستاں نہ رہا
 وہ سر جو باندھا گیا تھا گلے میں گھوڑے کے
 حیا بھی ایسی کہ وہ سر سر سناں نہ رہا

یہ شامِ غریباں ہے، یہ شامِ غریباں ہے

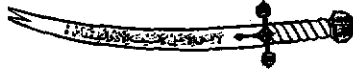
سید آل حیدر رضوی

یہ شامِ غریباں ہے، یہ شامِ غریباں ہے
 جلتے ہوئے خیمے ہیں، بکھرا ہوا سماں ہے
 بے جرم و خطا کس نے مارا ہے بہتر (۷۲) کو
 جس نے یہ ستم ڈھایا کیا وہ بھی مسلمان ہے
 ناموس محمدؐ کی توقیر ذرا دیکھیں!
 سب خاک پہ بیٹھے ہیں کوئی نہیں پرہاں ہے
 شیعہ تیرا پیکر تفسیر ہے قرآن ہے
 تو حج البلاغہ ہے کعبہ ترا عنوان ہے
 شہزادی زینبؑ سے پوچھو کہ ہوا کیا ہے
 میں آپؐ نبیؐ زادی سر آپؐ کا عریاں ہے
 نہ عونؓ و محمدؓ ہیں قائم ہیں نہ اکبرؓ ہیں
 نہ ابنِ مظاہرؓ ہیں نہ بازوئے سلطان ہے
 بے گورو کفن لاشے بے وارثی کا عالم
 سہمے ہوئے بچوں کا اب کون نگہباں ہے
 رخسار طمانچوں سے نیلے ہیں سکنیہ کے
 کانوں سے لہو جاری جھلسا ہوا داماں ہے
 بیواؤں کو بالوں سے کھینچا ہے لعینوں نے
 یہ کیسے درندے ہیں کوئی نہیں انساں ہے
 ہم کو بھی زیارت کو اک روز بلا اُس کی
 اے کرب و بلا تیرا جو آج بھی مہماں ہے

سر کھلے گزرا حرم کا قافلہ بازار سے

سید آل حیدر رضوی

سر کھلے گزرا حرم کا قافلہ بازار سے
 پوچھیے ہرگز نہ کچھ بھی عابدِ پیار سے
 نعمۂ حق کی صدا اٹھی درو دیوار سے
 بیڑیاں پہنے جو گزرے شام کے بازار سے
 خاک ظلمت میں اٹے جاتے ہیں سب اہل حرم
 جارہے ہیں سیلیاں کھاتے ہوئے کفار سے
 زینبؓ و کلثومؓ کا جب نام لیتا تھا کوئی
 اور بھی مولاً نظر آئے نحیف و زار ہے
 زخم کھائے کیسے کیسے سید سجادؓ نے!
 آج بھی سب کچھ عیاں شام کے دربار سے
 تن بھی خستہ، دل بھی خستہ سب کے سب اہل حرم
 استقامت میں مگر آئے نظر کہسار سے
 میں ترا بابا ہوں آسینے پہ سر رکھ دے مرے
 کہتے تھے عابدِ سکینہؓ سے لپٹ کر پیار سے
 ذوالفقار حیدری سے بچ نہیں سکتا کوئی
 آگیا جو بھی مقابل، دو کیا اک وار سے



ایماں کی جلا ہے یہ ماتم، زہرا کے چین کے ہے ساماں

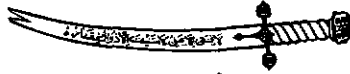
سید آل حیدر رضوی

ایماں کی جلا ہے یہ ماتم، زہرا کے چین کے ہے ساماں
 بس چوہہ (۱۳) معصوموں کے سوا ملتی نہیں ہم کو کہیں لہاں
 آتے ہیں خیالوں میں اکبر، ہوتی ہے جہاں میں جب بھی اذال
 ہم حق کی قسم راہ حق پر، حق بات یہی تو کہتے ہیں
 ہم لوگ دعائے زہرا ہیں، شیر کا ماتم کرنے ہیں
 جو دور عزا سے رہتے ہیں، تقدیر کا ماتم کرتے ہیں
 یہ کرب و بلا ہے آئینہ قرآن اسی کا چہرہ ہے
 کرتے ہیں تلاوت جب، اس کی تفسیر کا ماتم کرتے ہیں
 بتلا دو اُسے جو کہتا ہے، خوں اپنا بہانا بدعت ہے
 مظلوم کے حامی جو بھی ہیں، زنجیر کا ماتم کرتے ہیں
 باطل کے وار کو سہ جانا، یہ سنت ہے پیغمبر کی
 سنت پہ عمل یوں کرتے ہیں، شیر کا ماتم کرتے ہیں
 ہم کرب و بلا کے غنچوں کو رکھتے ہیں تروتازہ ہر دم
 شہ رگ سے لہو دیکر، اپنا بے شیر کا ماتم کرتے ہیں
 اکبر کا ہے نوحہ ہونٹوں پر، دیتے ہیں پرسہ زینب کو
 یہ اہل عزا، پیغمبر کی تصویر کا ماتم کرتے ہیں
 یہ وقت دکھایا غربت نے، تربت پہ سر ہانے اصغر کی
 شیر اکیلے ہی دن میں، بے شیر کا ماتم کرتے ہیں
 تھا چھلنی چھلنی جس کا بدن، خنجر سے کٹا تھا جس کا گلا
 یہ خواب غلیبی ہے، جسکی تعبیر کا ماتم کرتے ہیں



تھاپوق گلے میں، ہاتھوں میں، جھکڑیاں بیڑی پاؤں میں
عابد کی اسیری کی خاطر، زنجیر کا ماتم کرتے ہیں
کرتی ہیں خدا کا شکر ادا دیتی ہیں دعائیں رو رو کر
ہم چاک گریباں نہ سب کے جب دیر کا ماتم کرتے ہیں

jabir.abbas@yahoo.com



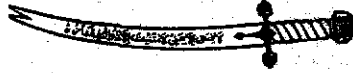
مرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے کوئی ماں

سید آل حیدر رضوی

مرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے کوئی ماں
 اکبرؑ کو باپ نے جو صدا دی تو روئی ماں
 رخصت کے لیے آئے ہیں خیمے میں جب اکبرؑ
 اک آہ بھری پھر انھیں کچھ کہہ نہ سکی ماں
 سینے میں دل تڑپ گیا بیٹے کو دیکھ کر
 اک آہ بھری پھر انھیں کچھ کہہ نہ سکی ماں
 اکبرؑ نے کہا آخری دیدار تو کرو لوں
 پھر چہرہ میں یہ دیکھ نہ پاؤں گا کبھی ماں
 جس کے لئے پالا تھا پھوپھی جان نے مجھ کو!
 وہ آگئی ہے آخری رخصت کی گھڑی ماں
 تسلیم کر کے رن کو چلے جب علیؑ اکبرؑ
 خیمے کے در سے دیکھتی ہے ہی رہ گئی تھی ماں
 جتنا تھا حکم لڑتے رہے فوج شام سے
 پھر اُس کے بعد رن سے صدا آرہی تھی ماں
 اکبرؑ نے باپ کو جو صدادی مدد کو آؤ
 سینے پہ ہاتھ رکھ کے تڑپنے لگی تھی ماں
 ابن انس نہ مار شہید رسولؐ کو!
 اتنا خیال کر پس پردہ ہے کھڑی ماں
 سینے سے کھینچتے رہے برجی ادھر حسینؑ
 اکبرؑ کا نام لے کے ادھر روتی رہی ماں



خیمے میں لاش لائے نہیں اس لئے حسینؑ
بیٹے کی لاش دیکھ کے کیسے جیئے گی ماں



— علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے

گو ہر جا رچوی

— علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے، علیؑ ولی ہے

خدا نے کیسے جہاں بنایا، علیؑ سے پوچھو
عدم نے کیسے وجود پایا، علیؑ سے پوچھو
حیات دنیا میں کون لایا، علیؑ سے پوچھو
یہ نور آنکھوں میں کیسے آیا، علیؑ سے پوچھو

جو راز کون و مکاں بتائے، وہی علیؑ ہے
نہ منزلیں تھیں، نہ راستہ تھا، علیؑ سے پہلے
نہ قربتیں، تھیں، نہ فاصلہ تھا، علیؑ سے پہلے
نہ صورتیں تھیں، نہ آئینہ تھا، علیؑ سے پہلے
کلام کیا ہے، کسے پتہ تھا، علیؑ سے پہلے

زباں کو جو بولنا سکھائے، وہی علیؑ ہے
جو دیکھنا ہو، خدا کا چہرہ، علیؑ کو دیکھو
ملے گا آنکھوں کو، رب کا جلوہ، علیؑ کو دیکھو
سلیقہ سیکھو، زیارتوں کا، علیؑ کو دیکھو
سرور ہوگا، ضرور ہوگا، علیؑ کو دیکھو

جو منظروں کو حسینؑ بتائے، وہی علیؑ ہے
ملے گا حسن حیات، لیکن علیؑ سے مانگو



ملے گا زادِ نجات، لیکن علیؑ سے مانگو
ملے گی معراجِ ذات، لیکن علیؑ سے مانگو
ملے گا سب ہاتھوں ہاتھ، لیکن علیؑ سے مانگو
جو مفلسوں کو غنی بنائے وہی علیؑ ہے

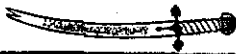
علم اٹھانا، قدم جمانا علیؑ سے سیکھو
اجالے کرنا، دیئے جلانا، علیؑ سے سیکھو
زمین کو آسماں بنانا، علیؑ سے سیکھو
کسی کی مشکل میں کام آنا، علیؑ سے سیکھو

جو سب کی مشکل میں کام آئے، وہی علیؑ ہے
خزاں میں فصل بہار لانا، علیؑ سے سیکھو
غموں کے موسم میں مسکرانا، علیؑ سے سیکھو
بشر کے سینے میں گھر بنانا، علیؑ سے سیکھو
دلوں میں عشق و وفا بسانا، علیؑ سے سیکھو

خدا کے گھر کو بھی جو بسائے وہی علیؑ ہے
ملی ہے آنکھوں کو حق نگاہی، علیؑ کے در سے
ملی فقیری کو بادشاہی، علیؑ کے در سے
چلے ہیں خلد و جناں کا راہی، علیؑ کے در سے
حسبِ نصب کی ملی گواہی، علیؑ کے در سے

نقابِ چہروں سے جو اٹھائے وہی علیؑ ہے
خدا ملا ہے، ملی خدائی، علیؑ کے گھر سے
میسر آئی ہے حقِ نوائی، علیؑ کے گھر سے
خدا کے دیں، نے خیات پائی، علیؑ کے گھر سے
چلی ہے تہذیبِ رہنمائی، علیؑ کے گھر سے

جو راہِ علم و عمل دکھائے، وہی علیؑ ہے
یہ خلقت کائنات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ



شعور و فہم و حیات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ
یہ حسن ذات و صفات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ
بقائے اسلا حیات کیا ہے، علیؑ کا صدقہ
جو زندگی کا ہنر سکھائے، وہی علیؑ ہے

ارم کی خلد و خیاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
مکان کیا لامکاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
نظر سے اوجھل، جہاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
جہاں کی چاہو وہاں کی باتیں، علیؑ سے پوچھو
جو علم کی روشنی لٹائے، وہی علیؑ ہے

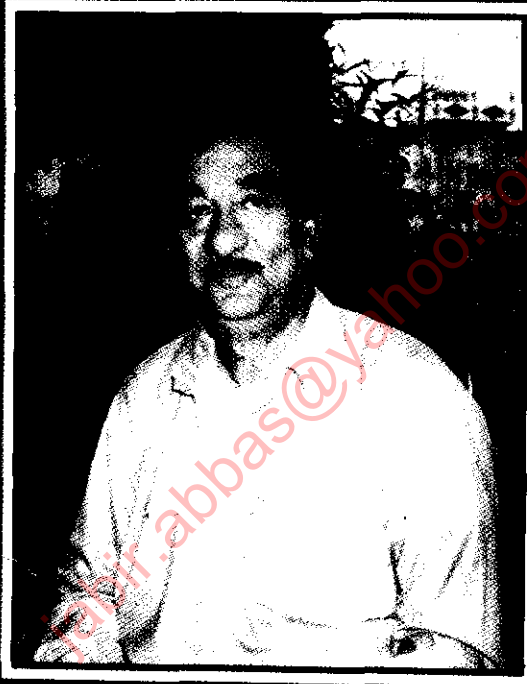
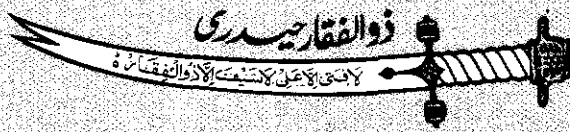
ہر ایک دل میں ہر اک زباں پر علیؑ ہے
تمام لب ہائے انس و جان پر علیؑ ہے
علیؑ علیؑ ہے، یہاں وہاں پر، علیؑ علیؑ ہے
خدا خدا ہے وہاں، جہاں پر علیؑ علیؑ ہے
خدا کی صورت نظر جو آئے، وہی علیؑ ہے

قلم کو چلنا سکھایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
قدم بڑھانا سکھایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
ضمیر انساں جگایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
خدا کے دین کو بچایا کس نے، علیؑ نے، گوہر
جو وقت نصرت مدد کو آئے، وہی علیؑ ہے

طالبِ رِعمائے معفرت برائے سچے کمالی

اپنے بچوں کے پڑھنے کے لئے یہ ۷۵
بنائی سید نذر عباس

27-5-2003



یہ مجموعہ ہندوستانی ہے، یہ سلسلہ ہندوستانی ہے
ہم ہوں اور ہوں ہی ہوں ہی، تمام مسلمانوں کی ہے

سید علی محمد رضوی (سچے بھائی)

مجموعہ نوحہ جات
انجمن ذوالفقار حیدری

jabir.abbas@yahoo.com



میں ذاکر ہوں حسین ابن علی کا یہ دعا تیجے
شرف یہ نسل سے میری قیامت تک نہیں جائے
سید علی محمدرضوی (سے بھائی)

jabir.abbas@yahoo.com